الہ آبادی
منحوس
ستارہ

جاسوسی دائرہ سیریز

منحوس ستارہ

اکرم الہ آبادی

Akram Allahabadi

فرحت پبلیکیشنز۔ممبئی۔انڈیا

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اس ناول میں شائع ہونے والے تمام واقعات،
مقامات و کردار فرضی ہیں۔اس سے کسی طرح
کی مطابقت محض اتفاقیہ ہے۔جس کی مصنف،
پبلشر و پرنٹر پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس ناول کی دوبارہ اشاعت، ترجمے یا کسی اور مقصد سے استعمال کے
لئے پبلشر کی تحریری اجازت ضروری ہے ورنہ قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

پرنٹر:۔۔۔۔۔ممبئی۔انڈیا

Akram Allahabadi

پہلی موت

آج پھر وہ ستارہ آسمان پر نظر آ رہا تھا۔

اسے دیکھنے کے لیے لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں پر، سڑکوں پر، گلیوں میں اور میدانوں میں نکل آئے تھے۔

وہ اس صدی کا ایک حیرتناک واقعہ تھا۔ آج تک کسی نے اتنا صاف، اتنا روشن اور اتنا بڑا ستارہ نہیں دیکھا تھا۔

اس کی دم بھی تھی، جو اگرچہ ستارے کی جسامت سے کم روشن تھی، لیکن صاف نظر آتی تھی۔

عام طور پر لوگ اسے دم دار ستارہ ہی کہہ رہے تھے۔ ویسے یہ ستارہ سرخی مائل روشنی دے رہا تھا۔

آج دوسری بار لوگ اسے اس شہر کے آسمان پر دیکھ رہے تھے۔ پچھلی بار بھی اسے چاند کی آخری راتوں میں ہی دیکھا گیا تھا اور آج بھی رات تاریک تھی، لیکن اتنا فرق ضرور ہو گیا تھا کہ پچھلی بار اسے لوگوں نے صرف تعجب و تجسس کی نظر سے دیکھا تھا اور اس بار شہر میں پھیلی ہوئی ایک عجیب سی روایت کے پیشِ نظر اسے تعجب و خوف کی نظروں سے دیکھا جا رہا تھا۔

اس خوف کی وجہ کچھ لوگوں اور بالخصوص بعض نجومیوں کی اڑائی ہوئی یہ افواہیں تھیں کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور پہلی بار جس رات یہ دیکھا گیا تھا اسی رات اچانک یہاں کی ایک مقتدر ہستی کی موت واقع ہو گئی۔ نجومیوں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ یہ ستارہ منگل ستارہ ہے اور بارہ ہزار سال کے بعد آسمان پر نکلتا ہے۔ یہ جب نکلتا ہے تو دنیا پر زبردست تباہی آتی ہے۔

سر پی سی ٹھگر کی موت عجیب و غریب حالات میں واقع ہوئی تھی۔ وہ قطعی تندرست

Akram Allahabadi

اور محتاط قسم کے آدمی تھے۔اس دن کوئی غیر معمولی واقعہ بھی نہیں ہوا تھا، بلکہ شام کو جب وہ گھر آئے تھے تو بالکل ہشاش بشاش تھے۔اس دن ان کی پارٹی نے انھیں 'عقل کل' کے اختیارات بھی دے دیے تھے اور وہ صوبے کی دو سب سے بڑی سیاسی پارٹیوں میں سے ایک کے سفید و سیاہ کے مالک مان لیے گئے تھے۔ان دنوں آنے والے انتخابات کی گرما گرمی تھی، اس لیے اور بھی ان کی اچانک موت نے سارے شہر کو چونکا دیا۔سویرے سویرے اخبارات میں ان کی اچانک موت کی خبر کے ساتھ صرف اتنا ہی لکھا گیا تھا کہ 'ان پر اچانک آدھی رات کو تشنج کی کیفیت طاری ہوگئی تھی اور وہ حلق سے طرح طرح کی آوازیں نکالنے لگے تھے۔پھر جب تک ڈاکٹر ان کی مدد کے لیے پہنچے، وہ ختم ہو چکے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ کی انگلیاں اکڑی ہوئی تھیں، دانت بھنچے ہوئے پائے گئے تھے۔'

'ان کی لاش کی پوسٹ مارٹم رپورٹ میں ڈاکٹروں نے یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ موت اگرچہ قطعی پراسرار حالات میں واقع ہوئی ہے، لیکن اسے غیر قدرتی قرار دینے کی کوئی وجوہ ہمارے پاس نہیں ہے۔لاش پر کوئی خارجی یا داخلی اثرات ایسے نہیں پائے گئے، جن سے سرسی پی ٹھکر کی اس اچانک موت کو کسی سازش کا نتیجہ کہا جا سکے۔اور اگر یہ کوئی نیا مہلک اور پراسرار مرض ہے، جس کی تفتیش کے لیے مرحوم کے خون میں شامل اجزاء اور معدے کے باقیات کا گہرا مطالعہ کیا جا رہا ہے۔'

ڈاکٹروں کے اس بیان کے بعد کیونکہ سرسی پی ٹھکر کے خاندان نے بھی زیادہ چیخ و پکار نہیں کی، اس لیے وہ بات وہیں ختم ہوگئی اور بس یہی ہوا کہ کچھ دنوں تک اخبارات میں تعزیت نامے شائع ہوتے رہے اور سر ٹھکر کی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی میں صفِ ماتم بچھی رہی۔

اس واقعے کو کم و بیش ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس کے باوجود کہ اس رات آسمان پر نمودار ہونے والے اس دم دار ستارے کے متعلق محکمہ فلکیات نے تو یہ اعلان کر دیا تھا

کہ وہ اسے کوئی دم دار ستارہ(comet) تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں اپنی طرف سے کوئی رائے دے سکتے ہیں، نجومی اور پنڈت قسم کے لوگ اسی ضد پر اڑے ہوئے تھے کہ وہ منگل ہی تھا، جس کے درشن سے دنیا پر اگر کوئی بڑی تباہی نہ آئے تو کم از کم کوئی ایک بہت بڑا واقعہ ضرور رہوتا ہے، مثلاً کسی بڑی شخصیت کی موت یا کسی جہاز کی غرقابی یا کوئی تباہ کن طوفان یا ایسی ہی کوئی چیز۔اور کیونکہ سری پی ٹھکر کی موت اسی رات واقع ہوئی تھی، اس لیے اسے منگل کی نحوست سے ہی منسوب کر دیا گیا تھا۔اس قسم کی باتیں عام طور پر پبلک میں دہشت کا سبب بن جایا کرتی ہیں اور آج جب دوبارہ وہی ستارہ آسمان پر نمودار ہوا تو لوگ اسے دیکھ کر بری طرح چونک پڑے اور ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ آج بھی ضرور یا تو کوئی بڑا واقعہ ہونے والا ہے یا کوئی بڑا آدمی مرنے والا ہے۔یہ سرزمین مشرق کے بڑے پرانے اور ذہن و یقین میں بسے ہوئے واہمے تھے، لیکن زیادہ پڑھے لکھے لوگ بھی یہ ضرور سوچ رہے تھے کہ آخر یہ ہے کیا بلا؟ یہ دمدار ستارہ...ایک ماہ کے وقفے کے بعد دوبارہ کیسے اس آسمان پر نمودار ہوا ہے؟

پچھلی بار یہ ستارہ تقریباً ایک گھنٹے تک آسمان پر نمودار رہ کر مدھم ہوتے ہوئے غائب ہوگیا تھا اور اس بار اس کے لیے کوئی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔کیونکہ اسے نمودار ہوئے نصف گھنٹہ ابھی گزر چکا تھا۔ایک ساتھ ہزاروں لاکھوں نگاہیں اور انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور وہ اپنی دہکتی سرخ روشنی کے ساتھ آسمان پر چمک رہا تھا۔اس کی دم کبھی روشن نظر آنے لگتی اور کبھی محض ایک ہالے کی طرح مدھم پڑ جاتی۔شمال مشرق سمت میں ہی گزشتہ موقعے پر بھی نمودار ہوا تھا اور آج بھی اس کا مقام وہی تھا۔اب معلوم ہوتا تھا جیسے ایک روشن قندیل آسمان پر لٹک رہی ہے۔وہ اپنی جگہ تھما ہوا معلوم ہوتا تھا۔

شہر بھر کی زبان پر اس وقت ایک ہی تبصرہ تھا۔

''اگر نجومی کی پیش گوئی کے مطابق یہ منحوس ستارہ ہے تو دیکھیں آج کس کی موت واقع ہوتی ہے؟''

اوران تبصروں کے سلسلے میں شہر کی بہت سی مقتدر ہستیوں کے نام بھی لیے جارہے تھے اور بعض کے لیے تو قبلِ از مرگ ہی صیغہ ماضی کے ساتھ ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے تذکرے ہورہے تھے۔

شہر کے بعض بڑے بڑے مالدار لوگوں نے تو پنڈتوں کے بیان کردہ وہم سے متاثر ہوکران کے بتائے ہوئے طریقوں سے پوجا پاٹھ بھی فوراً شروع کرادی، جس میں پنڈتوں کو بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کا موقعہ مل گیا۔آج کچھ بھی وصول کرڈالنے کے لیے ان کے یہ وعدے ہی کافی تھے کہ ان کے منتروں کے سامنے منگل کی یہ ہمت نہ ہوگی کہ ان پر اپنی نحوست کا اثر ڈال سکے۔

☆☆☆☆☆☆

سپرنٹنڈنٹ خان اپنے بنگلے کے بغیچے میں کھڑا دوربین سے اس ستارے کو دیکھ رہا تھا اور سارجنٹ بالے زمین سے اٹھا کر تھوڑی سی گھاس چبا رہا تھا۔یہ عمل کسی شرارت کا رہا ہو یا جھنجلاہٹ کا، بہرحال جب خان نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی تو وہ گھوڑے کی سی آواز میں ہنہنانے لگا۔

''یہ کیا بیہودگی ہے؟'' خان نے دوربین کو آنکھوں سے ہٹا کر اس سے پوچھا۔

''گھاس کھا رہا ہوں، آپ نے نہیں دیکھا؟'' بالے نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

''سبب؟''

''جب ایک بڑا سرا غرساں ٹوٹکے والی بڑی بوڑھیوں کی طرح آسمان پر نظر آنے ولاے کسی منحوس ستارے کے پیچھے پڑ جائے تو عقلمندوں کو گھاس ہی کھانا چاہیے۔''

''گدھے عقلمند نہیں ہوا کرتے۔''

''نہ ہوتے ہوں گے، مجھے کیا۔ مجھے اجازت ہو تو میں اپنی خواب گاہ کا رخ کروں؟ یہ تو اب برداشت نہیں ہوتی۔''

''ذرا یہ دوربین پکڑو اور صرف دیکھتے رہو کہ اس ستارے کی ہیئت میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوتی۔''

''اور آپ کیا ارادہ رکھتے ہیں؟''

''میں ابھی آیا۔'' خان یہ کہہ کر دوربین اس کے ہاتھوں میں دیتا ہوا برآمدے کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ بالے دوبین سے اس ستارے کو دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، سوائے اس کے کہ وہ ایک سرخ اور روشن ستارہ ہی ہے، یا شاید کوئی گولہ، جس کے جسم سے چاروں سمت شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔ اس کی دم بھی اسے دکھائی دی۔ بس جیسے کوئی جھاڑو باندھ دی گئی ہو اس سے۔ نہ تو وہ اختر شناس تھا اور نہ اسے اس قسم کی اسٹڈی سے کوئی دلچسپی تھی۔ البتہ اسے خان پر حیرت تھی کہ اسے خواہ مخواہ کیوں ایسی چیزوں سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ شہر میں تو بہت سی روایات ایسی بھی عام ہو جایا کرتی ہیں جو کسی چنڈوخانے یا تاڑی گھر سے پھیلی ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ سر سی پی ٹھکر کی موت اچانک اور پراسرار طریقے پر واقع ہوئی تھی، لیکن اسے کسی ستارے کی نحوست سے منسوب کرنا کسی پولیس آفیسر کی عقلمندی تو نہیں ہو سکتی تھی۔ اور ڈاکٹروں کی یہ تصدیق بھی کہ اس کے باوجود سر سی پی ٹھکر کی موت کو غیر قدرتی نہیں کہا جا سکتا، وہ کیفیت یا وہ مرض جو ان پر اچانک طاری ہوا، نامعلوم اور پراسرار ضرور ہے، ایک قطعی علیحدہ بات تھی، جس سے کسی منحوس ستارے کے ظہور کو وابستہ کرنا جاہل تو ہم پرستوں کا ہی کام ہو سکتا تھا۔ سر سی پی ٹھکر کا واقعہ اس ستارے کے دوبارہ ظہور سے قبل ہی فراموش کیا جا چکا تھا اور سوائے ان کی پارٹی کے جلسوں اور کاروائیوں کے ان کا کہیں تذکرہ نہ ہوتا تھا، مگر آج پھر اس ستارے کو دیکھ کر لوگوں نے ان کی موت کا حوالہ دینا شروع کر دیا تھا۔ اور شہر میں یہ افواہ بڑے زور شور سے گرم تھی کہ آج بھی کسی نہ کسی بڑے آدمی کی موت واقع ہونے والی ہے۔

Akram Allahabadi

بالے بس یوں ہی اس دوربین کو آنکھوں سے لگائے اس ستارے کو دیکھتا رہا، یہاں تک کہ خان واپس آ گیا۔

''کیا دیکھا؟'' خان نے آتے ہی پوچھا۔

''بڑی شاندار ریس تھی۔ پہلے کو لہے مٹکاتا ہوا کولاہ آگے آیا پھر 'لوآئی' کا نعرہ مارتی ہوئی لوآئن آگے نکل گئی۔''

''تو تمہیں آسمان پر گھوڑے نظر آ رہے تھے۔'' خان نے اپنی بندوق کو لوڈ کرتے ہوئے کہا۔

''شاید اسی دوبین کا کرشمہ ہو، ورنہ گدھے بھی نظر آ سکتے تھے۔''

''بکو مت۔''

''حضرت عیسٰی چوتھے آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے اور ظاہر ہے کہ ان کی سواری کا خر ہمیشہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔''

''تم ایک پیغمبر کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔'' خان نے بندوق کا پیرل آسمان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

''بخدا یہ نیت نہیں، میں ایک پیغمبر کی سواری کے جانور کو بھی مقدس سمجھتا ہوں۔''

''خیر غور سے دیکھتے رہو اس ستارے کو۔ میں فائر کرتا ہوں۔''

''میں نے سنا ہے کہ دجال خدا کو مارنے کے لیے آسمان پر تیر چلائے گا۔'' بالے سے نہ رہا گیا۔

''تم زبان بند رکھو اپنی، ورنہ تمہاری کھوپڑی پر ہی چلاؤں گا گولی۔''

''چلا دیجیے، چلا دیجیے۔ آپ ہی کا تو راج ہے۔''

جواب میں خان صرف مسکرایا اور پھر اس نے اس ستارے کا نشانہ لے کر بندوق کی لبلبی دبا دی۔

Akram Allahabadi

''سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ کیا نشانہ ہے۔ ستارہ آگے آگے بھاگا جا رہا ہے، گولی پیچھا کر رہی ہے۔''

''نو بکواس۔ کیا ردِعمل ہوا؟''

''عمل ہوتا تو ردِعمل بھی ہوتا۔ یا تو آپ کی گولی نے راستے میں ہی دم توڑ دیا یا پھر اس ستارے نے دم ہلا دی ہوگی۔''

''لاؤ چھوڑو، الّو۔ لو تم فائر کرو اس پر، میں دیکھتا ہوں۔'' خان نے اس کے ہاتھ سے دوربین لے کر اسے بندوق تھما دی۔

''اچھا تو لیجیے۔'' بالے نے نشانہ باندھا۔ خان نے دوربین سے ستارے کو دیکھنے لگا۔ اور بالے نے فائر کر دیا۔ چند سیکنڈ بعد خان نے مایوسانہ انداز میں دوربین آنکھوں سے ہٹالی اور برآمدے کی طرف چلنے لگا۔

''آپ کیا اسے سرخابی سمجھے تھے؟''

''کیا مطلب؟'' خان پلٹا۔

''میرا مطلب... از قسم مرغابی نما کوئی چیز؟''

''بالے، کچھ بھی ہو، مجھے تو یہ کوئی ستارہ معلوم نہیں ہوتا۔ اور اگر ہے بھی تو کوئی مصنوعی ہوگا۔''

''خوب، یعنی اب چاند ستارے بھی مصنوعی ہونے لگے۔ ہائے رے بیدار مغزی۔''

''وہ زمین سے زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔''

''اس لیے آپ اسے بندوق کی گولی سے ناپ رہے تھے؟''

''کچھ بھی ہو، لیکن ہے قابلِ توجہ چیز۔''

''پولیس کی نوکری چھوڑ کر پروفیسر سامری بن جایا جائے تو کیسا رہے گا؟''

Akram Allahabadi

''کھوپڑی گنجی ہو جائے گی تمہاری۔''

''میں نا لائق کس لائق ہوں؟ میں تو آپ کی سوچ رہا تھا۔''

''تم اب اپنی خواب گاہ میں جا سکتے ہو، لیکن صبح جلدی اٹھنا ہے۔''

''کوئی اسپیشل ڈیوٹی؟''

''مجھے وزارتِ داخلہ کے انڈر سکریٹری کے بنگلے پر جانا ہے۔''

''اور مجھے؟''

''تم اگر میرے ساتھ نہ گئے تو شہر کی خبر لو گے۔''

''سچ کہا ہے کسی نے...قاضی جی دبلے کیوں...''

''بس اب جا سکتے ہو۔''

''جاتا ہوں۔'' بالے نے بچوں کی طرح منہ پھلا لیا اور وہاں سے کھسک گیا۔ خان اس وقت کسی اور فکر میں غرق تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

دوسری موت

سویرے وہ جان بوجھ کر خان کے ساتھ نہیں گیا اور خان نے بھی مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ ایک سنسنی خیز اطلاع نے اسے بالے کو واقعی شہر کی خبر لینے بھیجنے کے لیے مجبور کر دیا تھا۔ بات ہی ایسی تھی۔تو ہم پرستوں میں ایک کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔وہ ستارہ اگرچہ رات صرف نصف گھنٹے تک ہی نمودار رہ کر غائب ہو گیا تھا، لیکن اس کی نحوست نے اپنا اثر دکھایا تھا۔اور اس بار بھی واقعہ کوئی معمولی نوعیت کا نہیں تھا۔

گزشتہ رات آچاریہ نند کشور کی موت بھی عجیب طریقے سے واقع ہو گئی تھی۔ وہ صوبے کی ان ممتاز ہستیوں میں تھے جن کے ہاتھوں میں عوامی بھروسے کی باگ ڈور رہا کرتی ہے۔ان کی عادت تھی کہ رات گئے تک وہ اپنے بنگلے کی کھلی چھت پر ٹہلتے رہا کرتے تھے اور کیونکہ سکون کے اوقات میں وہ تنہا رہنا ہی پسند کرتے تھے، اس لیے رات بھی ان کے ساتھ کوئی نہ تھا، مگر جب رات کو تین بج جانے پر بھی وہ نیچے نہ آئے اور اتفاق سے آنکھ کھل جانے پر ان کی لڑکی نے ان کے کمرے میں اس وقت بھی روشنی ہوتی دیکھی تو اس نے نوکروں کو جگا کر انھیں تلاش کرایا اور اس وقت وہ چھت پر پڑے پائے گئے۔اس طرح کہ ہاتھوں کے پہنچے اکڑے ہوئے تھے اور بدن سرد، وہ ختم ہو چکے تھے۔

یہ اطلاع آج سویرے سویرے مارننگ نیوز کے ایک ضمیمے میں شائع ہوئی تھی، جو مخصوص طور پر اسی خبر کے لیے شائع کیا گیا تھا اور اس کی سرخی تھی، 'نجومیوں کی ایک اور پیشین گوئی صحیح نکلی... صوبے کی ایک اور بڑی شخصیت آچاریہ نند کشور کی پراسرار موت'۔

ضمنی سرخی میں لکھا تھا، 'کیا یہ واقعہ بھی اسی ستارے کی نحوست کا نتیجہ ہے؟'۔

☆☆☆☆☆☆

ہاکر ہدایت کے مطابق روزمرّہ اخبارات کے علاوہ ہر قسم کا اخبار بھی خان کے بنگلے پر صبح ۵ بجے ڈال جایا کرتا تھا اور یہ ضمیمہ بھی وہی دے گیا تھا۔خان کو بہر حال پہلے ہوم ڈپارٹمنٹ کے انڈر سکریٹری کے بنگلے پر پہنچنا تھا، اس لیے اس نے بالے کو اس واقعے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی ہدایت دے کر اپنی کار نکالی اور روانہ ہو گیا۔

بالے کے لیے صبح صبح ایک نیا دردِ سر کھڑا ہو گیا۔جس دن کا آغاز ایک منحوس خبر کے ساتھ ہوا تھا، پتہ نہیں وہ کیسا گزرے۔اس خیال نے ایک 'گڈ مارننگ' کا مفہوم ہی الٹا کر دیا۔ اور جب ہیڈ کوارٹرز پر موجود اسپیشل ڈیوٹی سارجنٹ نے اسے گڈ مارننگ سے مخاطب کیا تو وہ اس پر بگڑ گیا۔

''کیا گڈ نظر آیا ہے آج کی مارننگ میں آپ کو؟''

''کیا صبح صبح خان صاحب کی ڈانٹیں سن کر آرہے ہیں آپ؟''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں۔''بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''اوہ،شاید آچاریہ جی والے واقعے نے دوڑایا ہے آپ کو۔''سارجنٹ ہنسا۔

''آدمی تو عقلمند معلوم ہوتے ہو، لیکن تم نے کیسے سمجھ لیا کہ ہمارا محکمہ اس میں دلچسپی لے گا؟''بالے نے اس سے سوال کر ڈالا۔اور وہ اس غیر متوقع سوال پر بغلیں جھانکنے لگا۔

''میرا مطلب ہے...شہر کی ایک بڑی شخصیت اور پھر وہ منحوس ستارے کا چکر۔''وہ بوکھلا کر بولا۔

''ہائے۔''بالے نے ٹھنڈی سانس کھینچی۔''ہم ہی کہاں چکر میں ہیں، سارا جہاں ہی چکر میں ہے۔''اس نے شاعری شروع کر دی۔

''ڈیسوزا صاحب وہیں گئے ہیں۔''سارجنٹ نے بتایا۔

''اوہ،تب تو بھائی دو جوتے آگے نکلے۔اچھا میں بھی چلا،نا نا،بائی بائی۔''

اس نے اپنی موٹر سائیکل پلٹائی اور پھر اس کا رخ سڑک کی طرف کر دیا۔

☆☆☆☆☆☆

آچاریہ نند کشور کے بنگلے پر ان کے رشتے داروں کا ہجوم تھا اور اندر سے نوحہ وزاری کی آوازیں آ رہی تھیں اسے دروازے پر ہی ایک پولیس کانسٹیبل کھڑا نظر آیا، جو بالے کو دیکھ کر اٹینشن ہو گیا۔

''صاحب اندر ہے۔'' کانسٹیبل نے اندر کی طرف اشارہ کر کے اسے انسپکٹر ڈیسوزا کے بارے میں بتایا۔

''اچھا، میری موٹر سائیکل ادھر احاطے میں کھڑی کر دینا۔'' بالے موٹر سائیکل اس کے حوالے کرتے ہوئے بولا۔ اور پھر خود برآمدہ طے کر کے گھر میں داخل ہو گیا۔

''آچاریہ نند کشور کی لاش کے قریب ہی ان کا بھائی، ان کی لڑکی اور بیوی موجود تھے۔ اور انسپکٹر ڈیسوزا سرہانے کھڑا تھا۔ کسی کو لاش کے قریب نہیں جانے دیا جا رہا تھا۔ وہ اکڑ گئی تھی۔ دوسروں کے سامنے ڈسپلن کو ملحوظ رکھتے ہوئے بالے نے جب ڈیسوزا کو سلام دیتے ہوئے ایڑیاں بجائیں تو وہ فوراً اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''ارے تم آ گئے۔ میں یہاں سے جا کر خان صاحب کو خبر کرنے ہی والا تھا۔'' ڈیسوزا نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

''انھیں خبر ہو چکی ہے۔ وہ آج کل پانچ بجتے ہی بستر سے باہر آ جاتے ہیں۔'' بالے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''بھئی، مجھے تو یہ قطعی پولیس کیس نہیں معلوم ہوتا۔ خواہ مخواہ اس علاقے کے انچارج نے ٹیلی فون کھڑکھڑا دیے۔'' ڈیسوزا نے آچاریہ کی لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اسے ایک سفید چادر سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔

Akram Allahabadi

''اور خود کہاں تشریف لے گئے وہ حضرت؟'' بالے نے پوچھا۔

''شاید اسی عمارت کے دوسرے حصے میں آچاریہ جی کے ملازمین کے بیانات لے رہے ہیں۔''

''یعنی تفتیش بھی شروع۔'' بالے مسکرایا۔

''یہ لوگ کوئی کارنامہ دکھانے کی ہوس میں بہت جلد بازی سے کام لیتے ہیں۔'' ڈیسوزا کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔''لاش دیکھنے سے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سردی سے اکڑ کر مر گیا ہو۔''

''لیکن رات اتنی سردی تو نہ تھی۔''

''ان کے گھر والوں کا بیان ہے کہ وہ گیارہ بجے کے بعد سے اوپر کھلی چھت پر ہی رہے تھے۔''

''تب بھی بات سمجھ میں نہیں آتی۔''

''یہ سمجھنا سمجھانا کرونر کا کام ہے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد ہی کوئی نظریہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ ویسے مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔

''آپ اس منحوس ستارے کو نظر انداز کر رہے ہیں۔'' بالے کے لہجے میں طنز تھا۔

''اب تم شاید میرا ہاتھ دیکھ کر میرے مستقبل کا حال بتانے لگو گے۔''

''خیر میں نہ سہی، لیکن افواہ تو یہی پھیلی ہوئی ہے۔''

''ہمارا ماحول بیسویں صدی میں بھی اٹھارہویں صدی سے زیادہ ترقی پسند نہیں ہے۔'' ڈیسوزا نے جواب دیا۔''وہ ستارہ کیا بلا ہے؟ یہ تحقیق کرنا ماہرین فلکیات کا کام ہے اور اس کی ذمے داری ہماری آبزرویٹریز ہے۔ رہا آچاریہ جی کا معاملہ تو اگر ان کے گھر کے لوگ ان کی اچانک موت پر شبہات کا اظہار نہ کرتے تو شاید پولیس کو اس طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔'' اس نے بتایا۔

Akram Allahabadi

''کس قسم کے شبہات کا؟'' بالے نے پوچھا۔

دوسرے لوگ دور کھڑے خموشی سے ان کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ کافی آہستہ بول رہے تھے۔

''کوئی خاص نہیں، بس یہی کہ اس سے قبل وہ بالکل تندرست تھے، کوئی بیماری نہ تھی، نہ ہی کوئی غیر معمولی چیز انھوں نے کھائی یا پی، نہ ان کے معمول میں کل کوئی فرق محسوس کیا گیا اور نہ انھیں کبھی کوئی دورہ پڑا تھا۔ پھر یہ اس طرح اچانک موت کیسے واقع ہوگئی۔'' ڈیسوزا نے بتایا۔ ''خاص طور پر یہ بھی کہ زینے کا دروازہ اوپر سے بند تھا اور وہاں کسی سمت سے کوئی دوسرا رستہ بھی نہیں۔ دوسری کوئی عمارت بھی قریب نہیں اور آچاریہ جی جب چھت پر ہوتے تھے تو وہ دروازہ اوپر سے بند کرلیا کرتے تھے۔''

''بات سوچنے کی ضرور ہے، ڈیسوزا صاحب۔ یہاں سردی اتنی شدت سے پڑتی نہیں۔ آچاریہ جی آدمی تندرست تھے۔ اتنی زیادہ عمر بھی نہ تھی۔''

''میں نے بہر حال چھت کا بھی معائنہ کرلیا ہے۔ مجھے تو کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ چھت پر کسی اور کے قدموں کے نشان تک نہیں ہیں۔ لاش کے معائنے سے بھی کوئی مشتبہ نوعیت ذہن میں نہیں آتی۔'' ڈیسوزا نے بیزاری سے کہا۔

''آپ نے بیانات لیے ان کے رشتے داروں کے؟''

''وہ کام انسپکٹر شاہ کر رہے ہیں۔ یہ ان کے علاقے کا ہی معاملہ ہے۔ میں اس میں اپنے محکمے کی ضرورت سر دست محسوس نہیں کرتا۔ ویسے تمہارا جی چاہے تو ٹھہرو یہاں، میں چلتا ہوں۔''

''بہتر ہے۔ خان صاحب کی ہدایت کے مطابق کچھ رسمی پوچھ گچھ کے لیے مجھے تو ٹھہرنا ہی پڑے گا۔'' بالے نے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا اور ڈیسوزا اپنا ہیٹ سنبھال کر ایک نظر آچاریہ جی کی لاش پر ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

Akram Allahabadi

بالے اب لاش کو دیکھنے کے بعد آچاریہ کے عزیز داروں کی طرف متوجہ ہوگیا۔ سب سے پہلے اس کی نظر آچاریہ کی لڑکی پر ہی پڑی۔ وہ سمجھا تھا کہ ان کی لڑکی بھی کوئی آچاریہ قسم کی چیز ہوگی، لیکن وہ اپنی اس غمزدہ کیفیت میں بھی موسم بہار میں کھلا ہوا ایک تروتازہ گلاب نظر آرہی تھی۔ سرخ وسپید حسن وشباب کی ایک مکمل تصویر۔ اگر یہ کوئی المیہ موقعہ نہ ہوتا تو شاید اس سے نظریں ملاتے ہوئے بالے کو ایک گھٹیا سی فلمستانی فلم کا نام یاد آگیا ہوتا، لیکن ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ ایک ایسے موقع پر اس کے حسن کا اعتراف کرنے بیٹھ جائے۔ اس سے مخاطب ہوتے وقت وہ قطعی سنجیدہ تھا۔

''کیا آپ آچاریہ جی کے سابقہ حالات پر کچھ روشنی ڈال سکیں گی؟'' بالے نے اس کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

''یہی سوال صبح سے تقریباً تین پولیس آفیسر پوچھ چکے ہیں۔'' وہ نرم مگر اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''کیا پولیس کی تفتیش اسی قسم کے سوالات تک محدود رہتی ہے؟'' وہ خود ہی اس سے سوال کر بیٹھی۔

''یہ بات تو نہیں، لیکن امکانات کا جائزہ لینے کے لیے اس قسم کے سوالات بھی ضروری ہوتے ہیں۔''

''پتاجی کی زندگی ایک آئینہ تھی۔ ان کے حالات، ان کی مصروفیتیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ وہ سیاست سے دلچسپی ضرور رکھتے تھے، لیکن نظریاتی اختلافات کو انھوں نے کبھی کسی سے نفرت کا سبب نہیں بننے دیا۔ وہ اپنے مخالفوں میں بھی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔'' وہ بتانے لگی۔

''اس قدر تو میں بھی جانتا ہوں۔ میرا مطلب یہ تھا کہ ماضی قریب میں کوئی خاص واقعہ تو نہیں ہوا تھا ان کے ساتھ جس کا علم آپ لوگوں کو ہو؟''

''قطعی نہیں، ورنہ وہ گھر میں باہر کی ہر بات کہہ دیا کرتے تھے۔ اور پھر آپ تو دیکھ

رہے ہیں کہ ان کی موت کن حالات میں واقع ہوئی ہے۔اگر اسے قدرتی نہ سمجھا جائے تو کیا ایسی پراسرار وارداتیں ظاہری اسباب کی رہینِ منت ہوا کرتی ہیں؟'' وہ بولی۔

بالے نے محسوس کیا کہ وہ کافی سوجھ بوجھ رکھتی ہے۔کم از کم اس قسم کی گفتگو ایک عام قسم کی تعلیم یافتہ لڑکی کے ذہن کی پیداوار تو نہیں ہوسکتی تھی۔وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔لیکن لڑکی کا چہرہ ہر طرح کے جذبات سے خالی تھا۔اس پر صرف ایک ایسی اداسی چھائی ہوئی تھی جو کسی حادثے کے بعد صبر کر لینے سے رنج وغم کے دھندلے نقوش کے ساتھ باقی رہ جاتی ہے۔

''وارداتیں کتنی ہی پراسرار کیوں نہ ہوں، قانون کے لمبے ہاتھ ان کی تہ تک پہنچ ہی جایا کرتے ہیں۔ویسے یہ امر ابھی تصدیق طلب ہی ہے کہ آچاریہ جی کی موت قدرتی ہوئی ہے یا غیر قدرتی، پوسٹ مارٹم کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔'' بالے نے کسی قدر روکھے پن سے کہا، کیونکہ اسے اس کا یہ اندازِ گفتگو زیادہ خوشگوار نہیں محسوس ہوا تھا۔

''کیا اس کے بغیر چارہ نہیں؟''

''مشتبہ اموات کے لیے قانوناً اسے ضروری سمجھا جاتا ہے۔''

''اوہ، نہ جانے پتاجی کے شریر کی اب اور کیا گت بنے گی۔''

''کچھ بھی نہیں۔آپ کو وہ اسی حالت میں واپس ملے گا۔'' بالے نے اسے اطمینان دلایا۔

''میں بچہ نہیں ہوں جو ایسی باتیں مجھے تسکیں دے سکیں۔''

''تو پھر سمجھداروں کی طرح برداشت کی کوشش کیجیے۔''

''نہیں، میں یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتی۔'' وہ یہ کہہ کر ساڑھی کا آنچل دانتوں میں دبا کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔اور بالے اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر کیس کی اسٹڈی میں مصروف ہوگیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ریہرسل

''ساجنوں اور سجنیوں...''

''نہیں...یہ ٹھیٹ ہندی نہیں چلے گی۔''

''ہاں تو...ہاں...''وہ دوبارہ سر اونچا کر کے تیار ہو گیا۔

''ہاں تو...برادرم پبلک سلّمہٗ...ہشت...یہ بھی ٹھیٹ اردو ہے...تو پھر...تو پھر...''وہ ذہن پر زور دینے لگا۔نگاہیں چھت پر لگی تھیں اور انگلیاں آئینے کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل کی ٹاپ پر بج رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے...ٹھیک ہے...اچھا تو فرض کر لیا کہ یہ آئینہ سالا پبلک ہے...یانی میں پبلک کے سامنے کھڑا ہوں...نہیں نہیں کھڑا نہیں ہوں بلکہ اپنی کار سے اتر کے اندر آتا ہوں۔ لوگ تالیاں بجاتے ہیں۔شوکت میاں خان کی جے...یانی میری۔اور میں سر ہلا کے کہتا ہوں آپ کا دھنباد...آپ کا دھنباد...اور پھر جلسے میں میرا اعلان ہوتا ہے کہ میں...یانی کہ شوکت میاں خاں لیڈر عرف ٹھیکیدار تقریر کریں گے۔بچہ لوگ زور سے تالی بجاؤ۔مگر کائے کو...بچہ لوگ کائے کو...لیڈر نہیں ہوئے کوئی مداری ہوئے سالے۔وہ سب تالی بجائیں گے۔''

''خیر،تو میں پلیٹ فارم پر آتا ہوں۔سب تالی بجاتے ہیں...یانی ریلوے پلیٹ فارم پر نہیں،پبلک کے پلیٹ فارم پہ...اور کہتا ہوں...پیاری جنتا...سلاملیکم...مگر نہیں...سب کو سلاما علیکم۔کیسے چلے گا...اچھا...نمستے...نہیں نہیں...یہ بھی نہیں...کچھ اور...کچھ اور...''

وہ رک کر پھر سوچنے لگا اور شاید کوئی نعم البدل اس کی سمجھ میں ہی آ گیا۔

''ٹھیک ہے،سلاملام کی ضرورت کائے کی...جنتا سے کائے کا تکلف...؟اچھا تو ایسے...یانی کہ...پیاری جنتا،اللہ کا شکر ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ لوگوں کی خیر

Akram Allahabadi

عافیت خدا سے نیک چاہتا ہوں۔ دیگر احوال یہ ہے کہ...اے لو، مگر یہ تو خط کا مضمون ہو گیا۔"

☆☆☆☆☆☆

"کیا ہو رہا ہے؟" اسے باہر بالے کی آواز سنائی دی۔

"میاں پراکیس کر رہے ہیں۔ کہیں تقریر مقرر کرنے کو جانا ہے۔" شمو اسے جواب دے رہا تھا۔

"تم جاؤ، میں خود ہی ان کی مزاج پرسی کیے لیتا ہوں۔" بالے نے شمو سے کہا۔

"مگر، میاں، میری نوکری؟" شمو گھگھیانے لگا تھا۔

شوکت کو ایک تو بالے کی اس بے وقت مداخلت پر غصہ آ ہی رہا تھا دوسرے شمو کے الفاظ نے اسے اور گرم کر دیا۔ اس سے رہا نہ گیا۔

"اے، بولتا کائے کو کہیں کہ ہم گھر میں نئیں ہیں۔" شوکت نے اندر سے چلا کر کہا۔

"میاں اب آپ خود ہی سن لو۔" شمو بالے سے یہ کہہ کر دروازے سے ہٹ گیا اور بالے دروازہ بھڑ بھڑانے لگا۔

"اے لو، سالے گلے ہی پڑ گئے۔ یانی کہ ہم نئیں ہیں، پھر بھی زبردستی۔" شوکت بڑبڑاتا ہوا اٹھا اور اس نے جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔

"یہ دروازہ بند کر کے کیا ہو رہا تھا اندر؟" بالے نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہو را تھا کچھ...تمہیں کیا؟" شوکت نے برا سا منہ بنا لیا۔ لیکن بالے نے اس کی پرواہ نہ کی۔ وہ اس کی عادت سے واقف تھا اور خصوصاً جب وہ کبھی تخلیے میں ہوتا تو کسی کی بھی مداخلت پر اس کی کھوپڑی گھوم جایا کرتی تھی۔ بالے سے تو وہ پھر بھی دبتا تھا، کوئی اور ہوتا تو لڑ پڑتا۔

Akram Allahabadi

بالے نے ایک بار کمرے کا جائزہ لیا اور پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

''اے لو، اب چپک پی گئے میرے پرائیوٹ میں۔ارے یار، کائے کو مرے ہو اس وقت؟'' شوکت جھنجلاہٹ کے ساتھ بولا۔

''میں سرکاری حیثیت سے آیا ہوں، بیٹے۔ادب سے بات کرو۔'' بالے نے لہجے میں مصنوعی سختی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''ارے واوا، واوا۔ابھی بولو گے جھک کر سلام کرو۔یہ اپنا سرکاری پناکسی اور کو دکھانا ہاں۔''

''میرے پاس تمہاری گرفتاری کا وارنٹ بھی ہے۔''

''ارے ہاں، بھوت ہے۔باپ کا راج ہے نا؟''

''میں سچ کہہ رہا ہوں۔''

''خدکے سے۔''

''تم کسی سیاسی پارٹی کے ممبر ہو گئے ہو؟''

''ہاں، جاؤ ہو گیا ہوں، پھر؟''

''اور تم گورنمنٹ کو گالیاں بھی دیتے ہو؟''

''اپنے گھر میں بادشاہ کو گالیاں دیتا ہوں، تم کو کیا؟''

''تم نمک حرام ہو۔''

''یانی کیا مطلب؟''

''یانی جس کا کھاؤ، اسی کی ہنڈیا میں چھید کرو۔''

''تمہاری گورنمنٹ مجھے وظیفہ نہیں دیتی ہے، گاڑھے پسینے کی کھاتا ہوں۔''

''وہ مجھے معلوم ہے، تم سیمنٹ میں کتنی ریت ملاتے ہو۔''

Akram Allahabadi

"اے لو، یہ تو وہی بات ہوئی کہ تیلی کا تیل جلے اور..."

"بس بس تشریح کی ضرورت نہیں۔ صرف میرے سوال کا جواب دو۔"

"میں علم الحساب نہیں ہوں جو سوال کا جواب دوں۔ میرا ٹائم مت خراب کرو۔"

شوکت جھنجلا کر اٹھنے لگا۔

"میں تمہیں صرف یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اس پارٹی کی ممبری سے استعفیٰ دے دو۔" بالے نے کہا۔

"کاہے کو دیدوں؟ کسی کا اجارہ...؟ میاں، یہ جمہوریت کا زمانہ ہے، کوئی بادشاہ سلامت کا نہیں ہے کہ ڈر کر گانٹھتے پھرو۔"

"وہ پارٹی حکومت کی نظر میں ہے۔"

"نظر میں ہو کہ دل وجگر میں، میری خوشی۔ میں کسی بھنگی چمار پارٹی کا بھی ممبر بن سکتا ہوں۔ دوستی کے یہ معانے نہیں ہیں کہ تم میری دم میں نمدہ باندھتے پھرو۔"

"میں جانتا ہوں تم اس کے ممبر کیوں بنے ہو۔ خوبصورت لڑکیاں بھی ہیں نا اس پارٹی میں؟" بالے نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔

"اللہ بچائے تم پولیس والوں سے۔ ہر معاملے میں ٹانگ گھسیڑ ہی دیتے ہو۔"

شوکت بڑبڑانے لگا۔

"کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"ارے ہیں تو کیا ہوا؟ یانی جنت میں حوریں ہوں گی تو کیا ان پر بھی آرڈر لگاتے پھرو گے کیا؟"

"میں جانتا تھا کہ بس یہی حماقت تمہیں وہاں لے گئی ہوگی۔"

"اچھا جاؤ، لے گئی پھر؟"

"پچھتاؤ گے، بیٹے۔"

''ارے جاؤ، یانی وئی مثال ہوئی کہ انگور کھٹے ہیں۔''

''خیر چھوڑو۔تم اس وقت جا کہاں رہے تھے؟''

''میں تخلیے میں تھا۔''

''کیا مطلب؟''بالے نے اپنی ہنسی بمشکل ضبط کی۔

''ارے اب میں کیا فارسی عربی کا پرنسپل ہوں کوئی۔ اکیلے کو اور کیا بولتے ہیں؟''

''تخلیہ بولتے ہیں، مگر خیر۔ میں نے اپنا فرض سمجھ کر آگاہ کر دیا ہے، اب تم جانو اور تمہارا کام۔''

''میں سب سمجھتا ہوں، میاں خاں۔ابھی جو میں لیڈر بن رہا ہوں تو آگ لگ گئی ہوگی تمہیں کہ شوکت میاں کل کہیں منسٹر ونسٹر نہ ہو جائیں۔ہمیں تو دونوں وقت سلامی دینی پڑے گی۔''

''ابے اخروٹ، بھوسہ بھر گیا ہے کیا کھوپڑی میں۔کبھی آئینے میں شکل دیکھی تھی اپنی۔''بالے نے عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی جل جل کر کٹو گے ہی، مگر دیکھنا تم انشاءاللہ سارجنٹ کے سارجنٹ ہی رہو گے اور ایک دن شوکت میاں کی گاڑی کے آگے آگے جاؤ گے۔یانی وہ چلتے ہیں نا موٹر سائیکل سوار سارجنٹ وغیرہ کار کے آگے۔''شوکت نے سینہ تان کر کہا۔

''اچھا بیٹے، تم دیکھو گے منسٹری کے خواب، میں تو چلا کلب۔آج بڑا شاندار پروگرام ہے۔''بالے نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''اللہ قسم؟''شوکت نے چونک کر پوچھا۔

''ہائی ہائی جی، بال کتنے...؟''

''بس بس، ورغلاؤ مت مجھے، میں اپنی میٹنگ جاؤں گا۔''

''کس کی میٹنگ؟ کیسی...؟''

Akram Allahabadi

"نہیں نہیں، کیسی میسی نہیں، کچھ نہیں۔ تم تو یہاں سے ٹلو، مجھے ذرا کام ہے۔"

شوکت جلدی سے بات پلٹ کر بات بنانے لگا۔

"ہم سے ہی اڑ رہے ہو، برخوردار۔"

"عقلمندیاں را اشارا کافی ست۔" شوکت نے لولی لنگڑی فارسی جھاڑی اور بالے کو پیٹ پکڑ لینا پڑا۔

"یہ کافی ست کیا بلا ہے، عقلمند؟" بالے بمشکل ہنسی کو قابو میں لاتے ہوئے بولا۔

"اے لو، اب اس میں بھی مزاخ۔ میں نے سو بار پڑھا ہے کتابوں میں۔"

"ہاں ہاں، ضرور پڑھا ہوگا۔" بالے دروازے کی طرف جاتے ہوئے بولا۔

"دیکھو، پھر نہ کہنا کہ بالے بھائی نے سمجھایا نہیں۔"

"ہاں ہاں، مالوم ہے کتنے بڑے ہمدرد ہو تم۔" شوکت نے پلٹ کر کہا۔

"پھر میں جا رہا ہوں۔"

"بولو تو کیا دشمنی ہے کوئی، چائے مائے پی کے جانا۔"

"تم اپنا بھانڈ پن جاری رکھو، چائے میں برآمدے میں پی لوں گا۔" بالے جواب کا انتظار کیے بغیر نکل گیا۔ اس نے یہ سننے کی تکلیف بھی نہیں کی کہ بھانڈ پن کے عوض شوکت نے اسے کن شاندار الفاظ سے نوازا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

"لیجیے، سری پی مھکر کا معاملہ ختم نہیں ہوا ہے۔" خان بالے سے کہہ رہا تھا۔

"تو کیا انھوں نے دوسرا جنم لینے کی اطلاع دی ہے؟" بالے نے سر جھکا کر پوچھا۔

"مجھے آج اسی کے لیے بلایا گیا تھا۔ ہوم ڈپارٹمنٹ سے اس کی گہری اور خفیہ تحقیقات کرنے کا کام براہِ راست ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔"

Akram Allahabadi

''باپ رے، گڑے مردے اکھاڑنے پڑیں گے۔''

''اور ہمیں اپنے محکمے تک سے اس سلسلے میں رازداری برتنی ہوگی۔'' خان نے اسے سمجھایا۔

''مجھے آچاریہ نند کشور کی موت پر شبہ ہے۔''

''میں نے بھی تمہیں وہاں جھک مارنے تو نہیں بھیجا تھا۔''

''میں اپنا کام کر رہا ہوں۔''

''مثلاً۔''

''پہلے سے نہیں بتاؤں گا۔''

''اوہ، تو سراغرسانی کا بھوت سوار ہوا ہے۔''

''آپ شاید بالے صاحب کو نکما سمجھتے ہیں بالکل۔''

''اگر اس میں کسی شک کی گنجائش ہے تو ثابت کر کے دکھاؤ۔''

''ضرور دکھاؤں گا۔''

''بشرطیکہ وہ اس مصلحت کے خلاف نہ ہو جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔''

''تو کیا آپ سرسی پی ٹھکرا اور آچاریہ جی کی موت کو ایک دھاگے میں پرو رہے ہیں؟''

''ظاہر ہے کہ دونوں واقعات ان ہی راتوں میں ہوئے ہیں، جب آسمان پر وہ سرخ ستارہ نمودار ہوا تھا۔''

''یعنی اب وہ منحوس ستارہ بھی کود پڑا درمیان میں۔''

''ممکن ہے اس کا کوئی تعلق نہ بھی ہو، لیکن اس کیس میں ہمیں بہت پھیل کر امکانات کا جائزہ لینا ہوگا۔''

''میں تو دو فٹ سے زیادہ نہیں پھیل سکتا۔''

Akram Allahabadi

''بکومت، ہمیں اس سلسلے میں نجومیوں کی پیش گوئیاں نظر انداز نہ کرنی چاہئیں۔''

''ہائے، سر ٹھکر آچاریہ جی، مرے تم اور عذاب ہم پر نازل ہو رہا ہے۔'' بالے نے ٹھنڈی سانس کھینچی۔

''کام چوروں کے لیے ہی ڈیوٹی عذاب ہوا کرتی ہے۔''

''اپنا اپنا نقطۂ نظر ہے۔''

''خیر، یہ نقطۂ نظر جیب میں رکھو۔ تمہیں ایک گھنٹے کے اندر رونسنٹ اسکوائر پہنچنا ہے اور وہ بھی میک اپ میں۔''

''کوئی خاص مقام؟''

''اس کی تیسری سڑک میں ایک پرائیوٹ ہال ہے جس کے باہر ڈریم لینڈ کا بورڈ لگا ہے...''

''آگے فرمایئے۔'' بالے نے بات کاٹ دی۔

''آج وہاں کوئی پارٹی ہے، جس میں یقیناً خاص خاص لوگ مدعو ہوں گے اور کسی طرح اندر پہنچنا تمہارا کام ہے۔ وہاں پہنچنے پر حالات خود تمہاری رہنمائی کریں گے۔ مگر خیال رکھنا کہ خطرہ زیادہ سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور کم سے کم بھی۔''

''واپس لوٹنا نصیب ہوگا نا؟''

''نہ بھی ہوا تو وہیں تمہارا ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرا دیا جائے گا۔''

''خدا غریقِ رحمت کرے مرنے والے کو...''

''ابھی سے۔''

''اپنے حق میں دعائے مغفرت کر رہا ہوں۔''

''یہاں سے دفع ہو جاؤ، تمہیں تیاری کرنی ہے اور ہاں، تم وہاں ٹیکسی میں ہی جاؤ گے۔''

Akram Allahabadi

''اتنی عقل تو دی ہے خدا نے مجھے۔''

''چلو یہ بھی شکر کا مقام ہے۔''

''نیک بندے ہر حال میں رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔''

''اب جاتے ہو یا نیکیاں گناؤں میں تمہاری؟''

اور بالے نے اس وقت کھسک جانے میں ہی بہتری سمجھی، کیونکہ اسے تیاری کا وقت بہت کم دیا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

جنابِ مقرّر

ڈریم لینڈ پہلے ایک تھیٹریکل ہال تھا، لیکن اسٹیج آرٹ کی قدر کم ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی حیثیت بھی اب بدل گئی تھی۔ اب اسے نجی تقریبات اور پرائیوٹ جلسوں کے لیے کرائے پر اٹھایا جاتا تھا۔ ویسے ہال کافی شاندار اور بڑا تھا اور بیک وقت اس میں ایک ہزار آدمی سما سکتے تھے۔ اس کا پھاٹک بھی کافی کشادہ اور خوبصورت تھا۔ خاص تقریبات کے موقعے پر اسے روشنیوں سے سجادیا جاتا تھا، لیکن آج دروازے پر صرف ایک ہی بلب روشن تھا اور اس کے اندر کی طرف دو آدمی معزز شہریوں جیسے لباس میں شاید مہمانوں کے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے تھے۔ ونسنٹ اسکوائر کی اس سڑک پر زیادہ آمد و رفت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی بھیڑ بھاڑ نہ تھی۔ پھر بھی ہال کے باہر سڑک کے کنارے کچھ کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ مہمان اکا دکا ہی آرہے تھے۔ دروازے پر موجود لوگ ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھتے اور ان سے مدھم سی آواز میں کچھ کہنے اور کچھ سننے کے بعد انھیں اندر کی طرف چلنے کا اشارہ کردیتے۔ کبھی کبھی شادی وغیرہ کی تقریبات کے موقع پر باجوں وغیرہ کی آواز سن کر کچھ بھیک مانگنے والے بھی یہاں جمع ہوجایا کرتے تھے، لیکن آج تو نہ کوئی شور تھا اور نہ سجاوٹ، پھر بھی دیر سے بدن پر چیتھڑے لگائے ہوئے ایک بوڑھا بھکاری اس کے دروازے کے نزدیک ٹہل رہا تھا۔ دروازے پر موجود لوگ اسے دو تین بار بھگا چکے تھے، مگر وہ ہر بار کچھ دور جا کر ٹھہر جاتا اور پھر ہر آنے والے کے پیچھے لگ کر دروازے تک، 'بھگوان کے نام' پر کچھ مانگنے چلا آتا۔

اس بار اس نے پھر وہی حرکت کی، جب دروازے سے کچھ دور رکنے والی کار سے ایک موٹا سا تندرست آدمی اپنے ایک ساتھی کے ساتھ کار سے اتر کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

Akram Allahabadi

''جناب، بھگوان کے نام پر ایک آنہ۔بابا، ایک آنہ، بس۔بھگوان تمہیں ایسی ہزار شادیاں نصیب کرے گا۔'' وہ اس کے پیچھے گڑگڑانے لگا۔

''ابے، یہ بھیک مانگنے کی جگہ ہے؟'' موٹے آدمی کے ساتھی نے اسے ڈانٹا۔

''صاحب، آپ لوگ دیا نہیں کریں گے تو غریب کا پیٹ کیسے چلے گا؟'' وہ پیچھے ہی پڑ گیا۔

''اوہ، مدن، پیچھا چھڑاؤ اس سے، دے دو کچھ۔'' موٹا آدمی اپنے ساتھی سے بولا اور اس کا ساتھی حقارت بھری نظروں سے فقیر کو دیکھتا ہوا جیب سے کچھ نکالنے لگا۔وہ آگے پیچھے دروازے تک آ گئے۔موٹے آدمی کا ساتھی دروازے کی سیڑھی کے پاس ہی رک کر بھکاری کو پیسے دینے لگا۔تب تک استقبال کرنے والے موٹے آدمی تک پہنچ چکے تھے۔وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

''آسمان۔'' موٹے آدمی نے کہا۔اور وہ فوراً اس کے لیے راستہ چھوڑ کر ہٹ گئے۔

بھکاری نے پیسے لیے اور دعائیں دیتا پیچھے ہٹ گیا۔موٹے آدمی کا ساتھی بھی استقبال کرنے والوں کے سامنے آسمان کا لفظ دہرا کر اندر چلا گیا اور استقبال کرنے والوں میں سے ایک غصے میں بھرا بھکاری کے پاس آ کر اسے ڈانٹنے لگا۔

''تم یہاں سے نہیں جاؤ گے تو مار کر بھگائے جاؤ گے، سمجھے۔'' وہ کہہ رہا تھا۔

''بابا، بس ایک روپیہ دے دو، میرا پیٹ بھر جائے گا۔میں ادھر کا رخ بھی نہ کروں گا۔'' بھکاری نے التجا کی۔

''اوہ، اچھا لو، کمبخت۔دور ہو جاؤ یہاں سے۔'' وہ آدمی اسے جیب سے ایک روپیہ نکال کر دیتے ہوئے بولا۔اور بھکاری چمکتی آنکھوں سے اس روپے کو الٹ پلٹ کر دیکھتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

اب وہ تیزی سے سڑک کے دوسری سمت جا رہا تھا، جہاں اندھیرے میں ایک انسانی سایہ فٹ پاتھ کے کنارے ٹہل رہا تھا۔اسے دیکھتے ہی وہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

''بابا، بھگوان کے لیے دیا کرو۔ میں دو دن سے بھوکا ہوں۔'' بھکاری اس کے قریب پہنچ کر گھگھیانے لگا۔پھر اس نے ادھر ادھر دیکھ کر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔اس سائے نے جیب سے ایک چمکتا ہوا سکہ نکال کر اس کے پاؤں پر رکھا اور بھکاری اسے دعائیں دینے لگا۔

''تمہارے بال بچے جیئیں، بابو جی، سدا سکھی رہو۔اندر جانا ہے تو 'آسمان' بولو۔''

وہ جملے کا آخری ٹکڑا آہستہ سے ادا کرتے ہوئے بولا اور پھر آگے بڑھ گیا۔اس کے چلے جانے کے بعد وہ سایہ سڑک کے لیمپ کی روشنی میں آ گیا۔اپنی فرنچ کٹ داڑھی اور پتلی مونچھوں میں بھی وہ ایک تندرست جوان آدمی معلوم ہوتا تھا۔اس نے بدن پر ایک سرمئی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور سنہری فریم والی ایک عینک آنکھوں پر چڑھی تھی۔وہ اب لمبے قدم اٹھاتا ہال کی طرف بڑھنے لگا۔دروازے پر استقبال کرنے والے خود اس کی طرف بڑھ آئے۔

''آسمان۔'' اس نے ان کے سوال کرنے سے قبل ہی یہ الفاظ ادا کیے اور ان کے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔وہ دونوں ایک لمحے تک اسے دیکھتے رہے، پھر سر کو جھٹک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔اتنے میں ایک اور کار آ پہنچی اور انھیں ادھر متوجہ ہونا پڑا۔

☆☆☆☆☆☆

ایک چوڑے کاریڈور سے گزر کر جب وہ ہال میں داخل ہوا تو یہاں تقریباً ڈیڑھ دو سو آدمی پہلے سے موجود تھے۔وہ لباس سے سب ہی اچھے یا اوسط حیثیت کے لوگ نظر آتے تھے۔ہال میں کچھ لوگ سیاہ سوٹ پہنے اس طرح ٹہل رہے تھے، جیسے مہمانوں کا جائزہ لے

رہے ہوں۔نووارد نے اندر داخل ہو کر ایک کرسی کھینچی اور ایک ادھیڑ عمر آدمی کے پاس بیٹھ گیا۔ اس آدمی نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا اور مسکرا دیا۔

''کچھ بھی سہی، مگر ہم ہندوستانی ابھی تک وقت کی قدر نہیں سیکھے۔ابھی تک تو میٹنگ کی کاروائی شروع ہو جانی چاہیے تھی۔''وہ نووارد سے ہی مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

''جی ہاں، دیکھیے نا، بھلا اتنی لاپرواہی۔''

''میں تو کہتا ہوں کہ ایسے عظیم مقصد کو لے کر چلنے والے اگر اتنے ہی غفلت شعار رہے تو خاک کامیاب ہوں گے۔''

''آپ کا خیال صحیح ہے۔''

''کسی بھی تحریک کے لیے اصول پسندی بڑی چیز ہے۔''

''اس میں کیا شک ہے۔''نووارد نے اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جواب دیا۔وہ دراصل خود ہی اس سے گھل مل جانا چاہتا تھا، تاکہ اسے اکیلا سمجھ کر کسی کی خصوصی توجہ اس کی طرف نہ ہو۔

''صدر تو صدر، ابھی تک ہمارے سکریٹری اور معزز مہمان تک کا پتا نہیں ہے۔'' ادھیڑ عمر آدمی نے شکایتی لہجے میں کہا۔

''ممکن ہے تاخیر کا کوئی خاص سبب ہو۔''

''سبب؟''وہ مسکرایا۔''میں دعوے سے کہتا ہوں کہ سرلال نے آج تک کوئی کام کبھی وقت پر نہ کیا ہوگا۔اگر انقلاب کا ابھی یہی حشر ہوا تو لوگ ہماری جے جے کار کی جگہ ہمارے فاتحے پڑھتے نظر آئیں گے۔''

''ایسا نہ سوچیے، لیڈر بدلے بھی جا سکتے ہیں۔''نووارد نے اسے سمجھانا چاہا۔

''کیا بچوں جیسی باتیں کرتے ہو، جن کی پشت پر آسمانی قوتیں ہوں، انھیں بھلا کون بدل سکتا ہے۔''

''یعنی؟'' نووارد نے چونک کر سوال کیا۔

''کیا تم نئے ممبر ہو؟'' ادھیڑ عمر آدمی اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ اور نووارد نے جلدی سے اپنی گھبراہٹ مسکراہٹ میں چھپالی۔

''کیا تمھیں نہیں معلوم کہ دیوتا مائیکل کی دعائیں سرلال کے ساتھ ہیں اور دیوتا مائیکل کی روحانی قوت کا مقابلہ مادی طاقتیں نہیں کرسکتیں۔'' ادھیڑ عمر نے خود ہی اسے بتایا۔

''میں نے آج تک دیوتا مائیکل کو نہیں دیکھا۔''

''انھیں اس طرح کون دیکھ سکتا ہے۔ وہ کہاں رہتے ہیں، کوئی نہیں جانتا، بس اچانک ہی کہیں نمودار ہوجاتے ہیں اور اسی طرح غائب بھی۔ جب سے انھوں نے عبادت گاہ کو چھوڑا ہے، اس دن سے ان کی راہبانہ زندگی انتہائی پراسرار ہوگئی ہے۔ بلکہ عبادت گاہ کو نئے منتظم کا تو کہنا ہے کہ وہ آدمی نہیں، جن ہیں۔ اس نے ایک بار انھیں نظر نہ آنے والی طاقتوں سے گفتگو کرتے خود سنا ہے۔'' وہ بتاتا گیا۔

''اکثر بزرگ ہستیوں کے بارے میں ایسی روایات عقیدتاً بھی گڑھ لی جاتی ہیں۔'' نووارد بولا۔

''اوہ، تم بہت بیوقوف آدمی ہو۔ اب خدا جانے تمہاری یہ گفتگو بھی اگر وہ نامعلوم اطاقتیں ان تک پہنچادیں تو؟ تمھیں ان کے لیے اس طرح سوچنے کی جرأت کیونکر ہوئی آخر؟'' وہ آدمی نووارد پر ہی بگڑ گیا۔

''میں نے تو بزرگ ہستی کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جن سے احترام ظاہر ہوتا ہے، کوئی برائی نہیں۔'' نووارد نے کسی قدر سہمتے ہوئے کہا، مگر دوسرے آدمی نے جواب نہیں دیا۔ وہ برا سا منہ بنا کر دوسری طرف رخ پھیر کر بیٹھ گیا۔ جیسے اسے نووارد کی یہ حماقت گراں گزری ہو۔ نووارد بھی اس سے کچھ کہنے ہی جارہا تھا کہ اچانک گانگ بجا اور اس کے ساتھ ہی داخلی دروازے سے کچھ اور مہمان داخل ہوئے۔ لوگوں کی توجہ ان کی طرف ہوگئی۔ نووارد کی

Akram Allahabadi

نگاہیں اس لڑکی پر جم گئیں جو ایک مکروہ سی صورت والے گرانڈیل آدمی کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ بہت خوبصورت اور پرکشش نظر آ رہی تھی۔ ہال میں اگرچہ اور بھی لڑکیاں اور عورتیں موجود تھیں، لیکن وہ ان میں سب سے الگ ہی معلوم ہوتی تھی۔ نوواردو نے اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ لڑکی اس مرد کے ساتھ اگلی نشستوں پر جا بیٹھی اور دوسرے مہمان مختلف نشستوں پر بیٹھ گئے۔ نوواردا بھی تک اس لڑکی کو گھور رہا تھا۔

گانگ پھر بجا اور اس بار جو شخصیت اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر نوواردو بری طرح چونک پڑا۔ اندر آنے والا شوکت تھا، جس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک سرخ اسکرٹ والی گورے رنگ کی خاصے نقش و نگار والی لڑکی ساتھ چل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے شوکت کے پیر زمین پر پڑ ہی نہ رہے ہوں۔ وہ بہت بشاش نظر آ رہا تھا۔

"اسلاما لیکم، حاضرین جلسہ و خاتونو۔" اس نے موڈ میں ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

جواب میں کچھ ہنسنے لگے، کچھ خاموش رہے۔ البتہ وہ بھدی شکل والا آدمی فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ گیا۔

"کب سے انتظار تھا آپ کا، شوکت صاحب۔" وہ مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

"اور، مس للی، آپ نے بھی دیر کر دی۔" وہ لڑکی سے شکایت کرنے لگا۔

"شوکت صاحب کی وجہ سے ہی دیر ہو گئی۔ ولسن کلب میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔ بڑا انتظار کراتے ہیں یہ آج کل۔" لڑکی نے اتنے محبوبانہ انداز میں اسے دیکھ کر یہ جملہ ادا کیا کہ شوکت کی کھوپڑی پر شراب کے ہزاروں قرابے الٹ گئے۔

"اوہ، مجیں، اللہ قسم۔ میں تو خود سو آنکھوں کے بل دوڑ کے آتا، لیکن وہ تو آج سر شام ہی ایک منحوس دوست کا چوکھٹا نظر پڑ گیا جو اتنی دیر بھی ہو گئی، مگر میں بھوت بھوت شرمزدہ

ہونے کی معافی چاہتا ہوں آپ سے۔" شوکت نے ہاتھ جوڑ لینے والے انداز میں گھگھیا کر کہا۔

"اچھا چلو معاف کیا۔" لڑکی ہنس کر یہ کہتے ہوئے پھر اس کا بازو تھام لیا۔ وہ بھدی شکل والا آدمی اگلی نشستوں کی طرف ان کی رہنمائی کرنے لگا۔

"کیا سچ مچ تم کو میرے انتظار میں تکلیف ہوئی تھی؟" شوکت نے چلتے چلتے للّی سے آہستہ سے پوچھا۔

"تو کیا شک ہے آپ کو اس میں کچھ؟ اللہ توبہ، بھلا ایسی جان جہان آفریں پہ کون سالا شک کرسکتا ہے؟"

"جی؟" لڑکی کی سمجھ میں شاید اس کا مطلب نہیں آیا۔

"آپ نہیں سمجھیں؟" شوکت نے حیرت سے پوچھا۔ "یانی اتنا عمدہ خطاب؟"

"انگریزی میں سمجھایے۔" لڑکی ہنس کر بولی۔

"انگریزی میں؟" شوکت سوچ میں پڑ گیا۔ بڑی سبکی کا مقام تھا کہ وہ اگر اسے انگریزی میں ان الفاظ کا مفہوم نہ سمجھا سکا تو جاٹ ہی سمجھا جائے گا۔ بہر حال اسے کچھ یاد آہی گیا۔

"انگریزی میں اس کا مطلب ہوا، مائی ڈارلنگ اینڈ سوئٹ لولی۔" اس نے بتایا۔

"اوہ۔" لڑکی نے ہونٹ سکوڑ کر سر ہلایا۔

"برا تو نہیں مانا آپ نے؟" شوکت جلدی سے پوچھنے لگا۔

"کس بات کا؟"

"یانی یہی انگریزی میں ترجمے کا؟"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ آپ کی بات کا بھلا برا کیوں مانوں گی۔" وہ یہ کہتی ہوئی ان خالی نشستوں میں سے ایک پر بیٹھ گئی، جن کے لیے اس آدمی نے اشارہ کیا تھا۔ شوکت دوسری نشست پر بازو میں ہی بیٹھ گیا اور سحر زدہ نظروں سے للّی کے چہرے کو تکنے لگا۔

Akram Allahabadi

اس وقت نووارد اپنی جگہ سے اٹھا اور چپکے سے شوکت کے پیچھے والی نشست پر جا بیٹھا۔یہاں سے ڈائس قریب پڑتا تھا۔ویسے اس طرح اسے پورے ہال پر ایک اور طائرانہ نظر ڈالنے کا موقعہ مل گیا تھا۔اس وقت جب وہ پچھلی نشست پر بیٹھا،شوکت اس لڑکی سے کہہ رہا تھا۔

انقلاب تو آنا ہی چاہیے۔سالے کتا بھوت تنگ کرتے ہیں مجھے اور...اور..''

''ہاں، دیکھیے نا، بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ آپ اتنی محنت کر کے کمائیں اور وہ زبردستی آپ سے سب کچھ چھین لیں۔''لڑکی نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''ظلم ہے ظلم۔ہمیں رفع احتیاج کرنا چاہیے۔''وہ اپنی دانست میں احتجاج کا مفہوم ادا کرتے ہوئے بولا۔اور اگر ان کی ساتھی لڑکی ان الفاظ کا مطلب سمجھ جاتی تو شاید پیٹ پکڑ لینا پڑتا،لیکن وہ بے سمجھے ہی اثبات میں سر ہلانے لگی اور پچھلی نشست پر بیٹھے نووارد کو منہ میں رومال ٹھونس لینا پڑا۔لیکن شوکت اپنی ساتھی لڑکی کے علاوہ کبھی کبھی دزدیدہ نظروں سے اس جیتی جاگتی قیامت کو بھی دیکھ لیتا، جو اس بدشکل آدمی کے ساتھ بیٹھی تھی۔وہ بھی اسے بات کرتے کرتے کبھی کبھی ایک نگاہِ غلط انداز شوکت کی طرف پھینک دیتی۔اور شوکت کچھ اتنا موڈ میں آیا جا رہا تھا جیسے گلفام اگر کوئی تخیلی کردار نہ تھا تو اس کے افسانے غالباً شوکت کی شخصیت کو ہی ملحوظ رکھ کر لکھے گئے ہوں گے۔اس نے کرسی پر سنبھل کر اپنا سینہ کچھ اور پھلا لیا،مگر جب اتفاق سے اس کی نظر پچھلی نشست پر پڑ گئی تو اس کا خون آدھا خشک ہو گیا، کیونکہ نووارد اسے غضبناک نظروں سے گھور رہا تھا۔

شوکت نے جلدی سے نظریں پھیر لیں اور پھر وہ اس خوبصورت لڑکی کی طرف دیکھنے میں احتیاط برتنے لگا۔نووارد مسکرا دیا۔اور اب خود اس لڑکی کو غور سے دیکھنے لگا۔وہ اسے پہلے بھی اپنی طرف گھورتے محسوس کر چکی تھی اور اس بار جب اس کی نظر نووارد پر پڑی تو نووارد کے چہرے پر ایسے تاثرات نمودار ہو گئے جیسے اسے دیکھ دیکھ کر ہی شہید ہوا جا رہا ہو۔

وہ مسکرادی۔

''کیابات ہے؟''اس کا بھدی شکل والا ساتھی سرگوشی کے لہجے میں پوچھنے لگا۔

''میرے عاشقوں کی تعداد میں بڑی شدت سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔''اس نے آنکھوں سے نووارد کی طرف اشارہ کر کے کہا۔جس پر وہ پلٹ کر نووارد کو دیکھنے لگا۔نووارد نے اپنارخ دوسری طرف پھیرلیا۔

''میرا خیال ہے میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔''وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے ساتھی لڑکی سے بولا۔

''مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔''لڑکی نے کہا۔

''شاید کوئی نیا ممبر ہو۔''اس کا ساتھی لاپرواہی سے بولا۔

مگر وہ لڑکی اب تھوڑے تھوڑے وقفے سے اسے دیکھ لیتی تھی۔

''بس تمہاری یہی عادت مجھے پسند نہیں ہے۔''بدشکل ساتھی جھنجلا گیا۔

''میں اسے زیادہ سے زیادہ متاثر کررہی ہوں۔''وہ مسکرادی۔

''تم نے اپنے جلووں کو بڑا سستا کرلیا ہے۔حسن اگر اتنا گر جائے تو ٹھوکروں میں آجایا کرتا ہے۔''بدشکل آدمی نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

''مجھے مردوں کو متاثر کر کے تڑپانے میں مزہ آتا ہے۔''وہ اس کے الفاظ کا اثر لیے بغیر بولی۔

''یہ بھی تو سمجھا جاسکتا ہے کہ تمہارا کردار بہت پست ہے،یا تم جنسی بھوک کا شکار ہو۔''اس آدمی نے جلے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم بہت حاسد ہو۔''لڑکی یہ کہہ کر خاموش ہوگئی۔اس کے موڈ سے معلوم ہورہا تھا جیسے وہ روٹھ گئی ہو،لیکن بدشکل آدمی نے بھی اس کی پرواہ نہ کی۔وہ ڈائس کی طرف دیکھنے لگا۔

ہال پر کچھ دیر کے لیے ایک سناٹا چھا گیا،جب ڈائس پر لگے مائک سے یہ آواز سنائی

Akram Allahabadi

دی کہ ہمیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے گا۔جلسے کی کاروائی شروع ہونے والی ہے۔سب کی نگاہیں ڈائس کی طرف اٹھ گئیں۔ٹھیک اسی وقت ایک آدمی تیزی سے نشستوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس بدشکل آدمی کے قریب آیا اور جھک کر اس کے کان میں کچھ کہنے کے بعد اسی تیزی سے لوٹ گیا۔بدشکل آدمی کے ہونٹوں پر ایک خوفناک سی مسکراہٹ نمودار ہو کر معدوم ہو گئی اور اس نے اطمینان سے پیر پھیلا دیے۔اس کی ساتھی لڑکی جھک کر سوالیہ نظروں سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

''کوئی خاص بات نہیں، بس تھوڑی سی تفریح رہے گی۔''اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر اسے جواب دے دیا۔اتنے میں ڈائس پر روشنی ہو گئی اور لوگ اپنی نشستوں سے اٹھنے لگے۔دروازے سے اب برف جیسے سفید سرج کے سوٹ میں ملبوس اوسط قد، مگر فربہ اندام پختہ عمر کا آدمی داخل ہو رہا تھا۔وہ تھا تو ہندوستانی ہی، مگر اس کی رنگت کھلی ہوئی تھی۔پھولے ہوئے چہرے پر کنپٹی کے قریب کے بال سفید ہو چلے تھے۔اس کی چال پروقار تھی اور ہونٹوں پر ایک ایسی مسکراہٹ جو زندگی میں ہر قدم پر فتح کا یقین رکھنے والے اولوالعزم آدمیوں کے ہونٹوں پر ہوا کرتی ہے۔

''سر لال۔''ایک ساتھ کئی آوازیں سرگوشی کرتی سنائی دیں۔وہ بار بار سر کو خفیف سا جھکا کر لوگوں کے سلام اور ان کے استقبالیہ الفاظ کا جواب دے رہا تھا۔

اسے سیدھا ڈائس کی طرف لے جایا گیا، جس کے ساتھ ہی اگلی صف سے کچھ اور خوش پوش اور بااثر قسم کے آدمی بھی ڈائس پر پہنچ گئے۔سر لال کو صدارت کی کرسی پیش کی گئی اور وہ بیٹھ گئے۔تمام لوگ اپنی نشستوں پر جم گئے اور ہال میں سناٹا چھا گیا۔اس وقت ایک پستہ قد گندمی رنگ کا آدمی ڈائس پر چڑھ کر مائک پر آیا اور اس نے سر لال کی آمد کے ساتھ ساتھ جلسے کی کاروائی کے آغاز کا اعلان کرتے ہوئے ایک مختصر سی تقریر بھی کر ڈالی، جس میں اس جلسے کے اغراض و مقاصد کو دہرایا گیا تھا کہ ہماری اس تحریک کا مقصد ایک ایسے نظامِ حکومت کو قائم کرنے

میں موجودہ حکومت کی مدد کرنا ہے جس میں ہماری معاشرتی، سماجی اور اقتصادی حالت کا سدھار ہو سکے، لوگوں کا معیارِ زندگی اونچا اور ان کی طاقت خرید بڑھ سکے۔ لوگوں میں ملک کی ترقی کے لیے جذبہ پیدا ہو۔ تعلیم کا شوق پیدا ہو، تاکہ ان میں نیا سوچنے اور نیا کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اس سے ملک میں ترقی کا دور دورہ ہوگا۔ کھانے پینے کی اشیاء کی افراط ہوگی۔ غرضیکہ ہر طرف ملک میں خوشحالی کا دور دورہ ہوگا، لیکن جہاں یہ سب کچھ ہو، وہاں لوگوں کے موجودہ گرتے ہوئے اخلاق کی طرف بھی سماج کو آگے آنا ہوگا، تاکہ اخلاق کو بلند سے بلند کرنے کے لیے مناسب موقع و محل کے مطابق تبدیلیاں عمل میں لائی جا سکیں۔ آج کا یہی نعرہ ہے اور اسی پر چل کر ہم کو آگے بڑھنا ہے تاکہ دنیا کی دوسری آزاد قوموں کے ساتھ شانہ بشانہ چل سکیں۔

ہال میں موجود لوگ تقریباً سب ہی ... کے معلوم ہوتے تھے، کیونکہ کسی کی شکل یا لباس سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ وہ نچلے یا اس متوسط طبقے سے تعلق رکھتا ہے، جس کے لیے زندگی ایک بارِ گراں کی حیثیت رکھتی ہو۔

اس آدمی کی تمہیدی تقریر کے بعد ہی جو اعلان کیا گیا، اسے سن کر سب کی نظریں شوکت کی طرف اٹھ گئیں۔ اناؤنسر کہہ رہا تھا۔

''شوکت صاحب ہمارے سماج کے مضبوط ستونوں میں سے ایک ہیں۔ ہماری پارٹی میں ان کے شامل ہونے سے ہمیں بڑی تقویت پہنچی ہے۔ ان کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں کو روزگار ملتا ہے، لیکن موجودہ نظام میں ایسی بڑی شخصیتیں بھی کس طرح پریشان ہیں، آپ خود شوکت صاحب سے ہی سن لیجیے۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ ڈائس پر تشریف لا کر تقریر کریں۔''

شوکت کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، کیونکہ ایک طرف تو وہ خوبصورت لڑکی اسے دور سے ہی متاثر کر رہی تھی، دوسرے اپنی ساتھی کو لڑکی کو بھی زیادہ سے زیادہ متاثر رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اسے تقریر تو کرنی ہی پڑتی۔ زندگی میں اس کے لیے یہ دوسرا موقعہ تھا۔ اس لیے

جھجک بھی پہلے سے کم ہو چکی تھی۔اس کے علاوہ ایک بار سارجنٹ بالے نے اسے مقررین کا ایک خاص گر بھی سکھایا تھا، یعنی یہ کہ ڈائس پر پہنچ کر اپنے سوا سب کو بیوقوف سمجھ۔

چنانچہ ڈائس پر آتے ہی جب تالیوں سے اس کا استقبال کیا گیا تو انھیں بیوقوف سمجھنا تو دور، ان کی بیوقوفی میں اسے کوئی شک نہ رہا۔اس نے فخر سے بھری ایک نظر اس لڑکی کی طرف ڈالی اور پھر اپنی ساتھی لڑکی کو دیکھتے ہوئے گلا صاف کرنے لگا۔ہال پر سناٹا چھا گیا اور لوگ اس تندرست جسامت کے معزز مہمان سے کسی تندرست قسم کی تقریر کی توقع میں ہمہ تن گوش ہو گئے۔

شوکت نے ایک بار پھر بالے کا فارمولہ ذہن میں دہرایا اور مائک کے پاس اکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

''ہاں تو موزّز ناظرین، میرا مطلب ہے، حاضرین، جنابِ صدر صاحب، سکریٹری صاحب اور بھائیو بہنو...اور میو بائی بھی۔'' آخری ٹکڑہ اس نے زیرِ لب ادا کیا تا کہ مائک تک آواز نہ پہنچے۔اشارہ ان دونوں لڑکیوں کی طرف تھا۔

''میں کوئی مقرر وقرر نئیں ہوں، مگر وہ جو کہا ہے کسی نے کہ...کہ...''اور اس کے آگے شاید وہ شعر ہی اس کے ذہن سے اتر گیا جو وہ اس موقعے پر بولنا چاہتا تھا۔اس نے جلدی جلدی یادداشت میں بہت سے شعر دہرا ڈالے اور بالآخر اسے جو دوسرا کام چلاؤ شعر معلوم ہوا، وہ اس نے عرض کر ہی ڈالا۔

''یانی...وہ جو کہا ہے کسی نے کہ...دیدہ کوڑہ کو کیا...نئیں الٹا ہو گیا...میرا مطلب ہے آنکھوں والا ہی تیری قدرت کا تماشا دیکھے...اور دیدۂ کوڑھ کو...''

''کور، پلیز۔''مجمع میں سے ایک آواز آئی۔

''کائے کی کور؟''شوکت چونک کر پوچھنے لگا۔اور پورا ہال دبی ہنسی سے گونج اٹھا۔

''سائیلنس، پلیز۔'' صدر نے جلدی سے میز پر ہاتھ مار کر حاضرین سے

درخواست کی۔اور سب ایک دم خاموش ہو گئے۔شوکت کو اس ہنسی پر فوراً غصہ آ گیا ہوتا، مگر بالے کا فارمولا اسے پھر یاد آ گیا۔اور وہ اس ہنسی کو بھی بیوقوف حاضرین کی بیوقوفی سمجھ کر نظر انداز کر گیا۔

''تو صاحب، یانی دیدۂ کوڑھ کو کیا آئے نظر خاک اور کیا دیکھے۔اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں نے کیوں یہ شعر پڑھا۔یانی کہ کیوں؟ میں بتاؤں...اس لیے کہ اس پارٹی کو وئی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں اللہ میاں نے آنکھیں دیکھی...نمیں، یانی دی ہیں۔اندھے سالے کیا سمجھیں گے کہ کائے کو بنائی گئی ہے یہ پارٹی۔میں کہتا ہوں یہ پارٹی بنانے ولاے بہت اچھے معمار ہیں۔ایسی پارٹی تو ہونی ہی چاہیے۔انقلاب زندہ باد...انقلاب...'' وہ مٹھی بند کر کے بولا۔''ارے بولیے نا آپ لوگ بھی۔انقلاب...''

مگر ہال میں کسی نے اس کے نعرے کا ساتھ نہیں دیا۔شوکت کو ان کی یہ بے حسی بڑی ناگوار گزری، مگر اسی وقت جلسے کے جنابِ صدر نے پیچھے سے لقمہ دے دیا۔

''نعروں کی ممانعت ہے، شوکت صاحب۔''

''تو پھر جوش کیسے آئے گا پبلک کو؟'' شوکت نے پلٹ کر پوچھا۔

''آپ کی تقریر سے ہی آجائے گا۔'' سرلال نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور اس تعریف پر سامعین سے پہلے خود مقرر کو ہی جوش آ گیا۔وہ پھر مائک کی طرف پلٹ پڑا۔

''ہاں تو جناب ناظرین، میں کے رہا تھا کہ ایسی زندہ باد پارٹی بنا کر معماروں نے بھوت بڑا کام کیا ہے۔ہمیشہ سے یہ چلا آیا ہے کہ ایک جاتا ہے اور دوسرا آتا ہے۔یانی کہ دنیا سرائے فانی ہے۔بڑے بڑے نمیں رئے تو ہم بھی بھلا کہاں رئیں گے۔آپ تو خود سمجھ سکتے ہیں کہ ۔ لایا تھا کیا سکندر خاں اور کیا لے چلا یہاں سے۔یانی دونوں ہاتھ خالی تھے باہر کفن سے نکلے ہوئے۔''

اس شعر پر کسی نے ایک طرف سے تالی بجادی اور سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

شوکت نے دیکھا 'بیوقوف حاضرین' میں اس کی تقریر سے جوش آنے لگا ہے، اس لیے وہ اور جوش میں بھر گیا۔

''اللہ قسم میں تو کہتا ہوں کہ اس سماجی نظام الدین کا تختہ الٹ دو۔ بھلا یہ کوئی انصاف ہوا کہ... یانی وائی ضرب مثال ہوئی کہ درد سہیں بی فاختہ اور کوے صاحب انڈے کھائیں۔''

اس جملے پر اس نو وارد جیبی نے اچانک تالی بجادی اور پھر ہال میں بہت سی تالیاں بج اٹھیں۔لوگ بے تحاشہ ہنس رہے تھے، لیکن شوکت تو اس وقت جوش میں تھا۔اس نے ان کی ہنسی پر غور تک نہ کیا۔

''میں پوچھتا ہوں...'' وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔''کیا ہم سودر ہیں اور مزدور سب سگے ہیں ان کے۔مزدور کو چھینک آئے تو ڈاکٹروں کو دکھاؤ، مزدورنیوں کے بچے ہوں تو بچے کھلاؤ۔ یانی کہ پگار بھی دو اور نا نخرے بھی اٹھاؤ۔اور اوپر سے کچھ کہو تو ساری عزت گئی تیل لینے۔میں تو کہوں گا کہ... کہ... اے لو، یانی کہ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ کمائی کسی کی اور مزے لیں یہ۔اور بات اتی سی بھی نہیں ہے۔میاں نوبت ایں جا رسید کہ بچارے زمیندار اور جاگیردار بھی گئے۔ یانی اب یہ اللہ میاں کی مرضی میں بھی دخل ہونے لگا۔اللہ میاں نے کسی کو جاگیردار گھرانے میں پیدا کیا تو کسی کو کیا؟ یہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ یہ تو خدا کی دین ہے کہ کسی کو امیر پیدا کیا، کسی کو غریب۔کسی کو جاگیردار بنایا کسی کو نواب اور کسی کو فقیر۔اب اگر دنیا میں سب ایک جیسے ہی ہو جائیں تو آپ ہی بتاؤ کہ کیا یہ دنیا چل پھر سکتی ہے؟''

شوکت یہ کہہ کر حاضرین کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہرگز نہیں۔'' کہیں سے آواز آئی۔

''تو ہے نا سوچنے کی بات۔کل کو اپنا بھنگی بو ے گا، میاں تم خود جھاڑو مارو، اب اپن برابر کے ہو گئے ہیں۔میرا نوکر شمو کہے گا، میاں یا تو میں بھی آپ کے پاس صوفے پر بیٹھوں گا

ئیں تو آپ بھی زمین پے بیٹھو۔تو مطلب یہ ہوا کہ ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔اپن نے یہ تو سنا تھا کہ کوئی لکڑہارا سالا بادشاہ سلامت کا داماد بن گیا تھا،مگر سب لکڑہارے سالے داماد بننے لگیں تو بادشاہ سلامتوں کا تو بیڑا ہی گڑک۔آئی ایم سواری...غرق ہو جائے گا۔ پھر جب بادشاہ نہیں رہیں گے تو رعیت کاں سے رہے گی اور دنیا کیسے چلے گی؟''

کسی نے پھر ہال میں تالی بجائی،جس کے ساتھ کچھ تالیاں اور کچھ قہقہے گونج اٹھے۔

''شوکت صاحب، وقت کم ہے، ذرا اور مختصر کیجیے۔'' پیچھے سے سرلال نے آہستہ سے کہا۔اور شوکت نے گردن ہلا دی۔

''اور سنو بھائیو،اپنے جناب صدر صاحب فرماتے ہیں،وقت کم ہے،اس لیے میں مختصر کروں،اس لیے میں مختصر کرتا ہوں۔یانی بس آپ یہ سمجھ لو کہ اپن کو اب کے الیکشن میں ایسی حکومت کا تیاپانچا کرنا ہے جس نے ہمیں فرمانبرداری کا خچر، نہیں،بال بردار کا خچر سمجھ کے ہمارے اوپر منوں ٹیکس بھی لاد دیے ہیں اور غریبوں کو بھی لاد دیا ہے۔میری کمپنی کے مزدور آپ جانتے ہیں اب کیا کہتے ہیں؟ کہتے ہیں ہمارے لیے بھی ایک بلڈنگ بنا کے دو۔اوریانی جیسے میری اولاد ہیں۔سالے جائیداد میں حق مانگتے ہیں۔سرکار کہتی ہے شوکت میاں تم مرو یا جیو، ہمیں تو ٹیکس دو۔یانی مردہ دوزخ میں جائے کہ جنت میں جائے،ان کو بس اپنے حلوے مانڈے سے غرض ہے۔میں کہتا ہوں ایسے خودغرضیوں کو اللہ میاں الیکشن میں ضرور شکست دے گا اوریانی کہ بس ہمتِ مرداں مددِ خدا۔باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے اور دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔''

تالیاں پھر گونج اٹھیں اور سارے ہال میں دبی دبی ہنسی پھیل گئی۔

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔'' شوکت پھر بولا۔''کہ میں تن،من،دھن سے پوری طرح آپ کے ساتھ ہوں۔میں پارٹی کے فنڈ میں دس ہزار روپے دے رہا ہوں۔''

اس اعلان پر سرلال نے فوراً تالی بجائی،اس لیے سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔

''اچھا،اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں،اسلام علیکم۔'' شوکت یہ کہہ کر دس ہزار کا

چیک سرلال کے حوالے کرتا ہوا ڈائس سے اتر گیا۔اور کچھ دیر تک ہال میں تالیاں گونجتی رہیں۔

وہ جب اس بدشکل آدمی کے قریب سے گزرنے لگا تو اس کی ساتھی لڑکی اسے دیکھ کر مسکرادی۔

آپ تو بڑے اچھے مقرر نکلے۔''بدشکل آدمی خود ہی اپنی جگہ سے تعظیماً اٹھ کر اس سے مخاطب ہوگیا۔

''شوکریا...شوکریا...بھوت بھوت۔''شوکت نے انکساری سے سر ہلایا۔

اس آدمی نے جب شوکت سے ہاتھ ملایا تو لڑکی نے بھی اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا۔اس کے نرم و نازک سفید ہاتھ کو ہاتھ میں لیتے ہی شوکت کے تمام جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

''اب تو ملاقات ہوتی ہی رہے گی آپ سے۔اب تو ہم ایک ہی تحریک کے رکن ہیں۔''بدصورت آدمی نے کہا۔

''ہاں ہاں،کائے کو نئیں۔مجھے تو بھوت خشی ہوگی۔''وہ اس لڑکی کی طرف بڑی سحر زدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

مگر اب سرلال تقریر کرنے کھڑے ہوگئے تھے،اس لیے ان کا سلسلہ گفتگو منقطع ہوگیا اور شوکت ان سے اجازت طلب کر کے اپنی نشست پر چلا گیا۔

''اس لڑکی سے ہاتھ کیوں ملایا آپ نے؟''اس کے ساتھ والی لڑکی نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''ارے وہ میرا اوٹوگراف مانگ رہی تھی۔''

''بہت خوبصورت بھی ہے نا؟''لڑکی نے پوچھا۔

''ہاں...نئیں،یانی آپ سے زیادہ تھوڑی ہے۔''شوکت بوکھلا گیا۔

''مجھے اس کے تیور اچھے نہیں معلوم ہوتے۔''

Akram Allahabadi

''تو سالی خود تیورا کر گر پڑے گی۔'' شوکت نے اپنی دانست میں بڑا موزوں جواب دیا۔

بہر حال انھیں خاموش ہونا پڑا، اس لیے کہ سر لال کی تقریر ہو رہی تھی۔ وہ بڑی گرمجوشی سے یہ دعوے کر رہے تھے کہ اس بار برسرِ اقتدار پارٹی کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور ایک سیاسی انقلاب آ کر رہے گا، جس میں ان کی پارٹی بڑا اہم کردار ادا کرے گی، بشرطیکہ پارٹی کے تمام ممبر ہر قسم کے حالات میں اس کے پورے پورے وفادار رہیں۔''

ان کے ان الفاظ پر ہال میں موجود لوگوں نے شور مچا کر انھیں اپنی وفاداری کا یقین دلایا، مگر وہ سر لال کے ان الفاظ پر چونک پڑے۔

''ہماری تحریک آئندہ ہفتے سے اپنا باقاعدہ کام شروع کر رہی ہے اور سب سے پہلی چیز یہ ہوگی کہ آپ عوام میں برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف بڑے موثر پیرائے میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ برسرِ اقتدار پارٹی در پردہ اپنے بڑے بڑے مخالفوں کو پراسرار ذرائع سے ختم کرا رہی ہے اور پولیس اس کے اشارے پر ان واقعات میں کوئی دلچسپی نہ لیتے ہوئے ان کی اموات کو قدرتی قرار دے کر پہلو تہی کر جاتی ہے۔''

''آپ کا اشارہ سر ٹھکر اور آچاریہ نند کشور کی طرف ہے؟'' کسی نے پوچھا۔

''ہاں۔ ہمیں ان حالات سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔''

''بہتر ہے، اس ہدایت پر عمل کیا جائے گا۔'' بدشکل آدمی نے اپنی نشست سے اٹھ کر کہا اور کئی آوازوں نے اس کی تائید کی۔

''سر دست اسی پروگرام کے ساتھ یہ میٹنگ برخاست ہو رہی ہے تاکہ وہ سرکاری جاسوس بھی جو چوروں کی طرح ہماری میٹنگ میں گھس آئے ہیں اپنی کارگزاری کے لیے کچھ مواد ضرور لیتے جائیں۔'' سر لال کے لہجے میں طنز تھا، لیکن اس نے کسی کی طرف اشارہ نہیں کیا، البتہ لوگ ایک دوسرے کی طرف چونک کر ضرور دیکھنے لگے۔

Akram Allahabadi

''یہ جمہوریت کا دور ہے،اس لیے ہماری زبانیں اور دماغ دونوں آزاد ہیں۔''

''آپ بغیر کسی پرواہ کے اپنا کام جاری رکھیے۔''سر لال نے اتنا کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

جلسہ برخاست ہوگیا۔شوکت بھی اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ اٹھا،مگر اس کی نظریں اب بھی اس بدشکل آدمی کے ساتھ والی خوبصورت لڑکی پر لگی ہوئی تھیں۔جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگی،تو خواہ مخواہ اس نے اس کا ہاتھ دبا دیا،اور شوکت اگر اس وقت ایک کرسی کا سہارا نہ لے لیتا تو وہ کرنٹ جو اس کے سارے جسم میں دوڑ گیا تھا،اسے شاید زمین بوس کر دیتا۔ اسے اپنی شخصیت پر فخر محسوس ہونے لگا۔واقعی یہ پارٹی بڑی شاندار تھی،جس میں اتنی رومان پسند اور حسین لڑکیاں موجود تھیں۔اس نے دل ہی دل میں عہد کرلیا کہ وہ اس پارٹی کی دل و جان سے خدمت کرے گا اور جب ایک دن وہ اس پارٹی کی طرف سے منسٹر بن جائے گا تو نہ جانے کتنی حسینانِ گل اندام اس پر روز عاشق ہوا کریں گی۔

وہ اجنبی نووارد بھی دروازے سے باہر نکل ہی رہا تھا کہ بدشکل آدمی اس سے ٹکرا گیا۔

''اوہ،معاف کیجیے گا۔''اس نے خود ہی معذرت کی۔پھر اجنبی کو غور سے دیکھنے لگا۔

''آپ شاید نئے ممبر ہیں کوئی؟''اس نے اجنبی سے پوچھا۔

''جج...جی ہاں۔''

''کب ممبر ہوئے آپ؟''اس کا دوسرا سوال تھا۔

''آج پہلی میٹنگ ہی اٹنڈ کی ہے۔''اجنبی نے جواب دیا۔

''اوہ،لیکن اپنی رپورٹ میں یہ ضرور لکھیے گا کہ ہم لوگ کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کرتے۔''اس نے زہریلے لہجے میں یہ کہا اور آگے بڑھ گیا۔مگر اس وقت اس کے ساتھ والی لڑکی اجنبی کو پلٹ کر ضرور دیکھ رہی تھی۔اور جب اجنبی نے اسے شرارتاً آنکھ کا اشارہ کیا،تو اس

نے سٹپٹا کر رخ پھیر لیا۔

شوکت کی ساتھی لڑکی شاید اس سے روٹھی معلوم ہوتی تھی، کیونکہ ہال کے باہر وہ اس سے الگ ہوگئی۔شوکت نے اسے پیش کش بھی کی کہ وہ اسے اپنی کار پر اس کی جائے قیام گاہ تک پہنچا دے گا، لیکن اس نے برا سا منہ بنا کر انکار کر دیا اور شوکت اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔وہ سیڑھیوں سے اتر ہی رہا تھا کہ اسے اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس ہوا۔اس نے پلٹ کر دیکھا۔بدشکل آدمی اس کے قریب کھڑا تھا۔

"دیکھیے، اس آدمی سے ذرا ہوشیار رہیے گا، کوئی سرکاری جاسوس معلوم ہوتا ہے۔"

اس نے اجنبی کی طرف دور سے اشارہ کر کے کہا۔اور شوکت نے اسے غور سے دیکھ کر سر ہلا دیا۔

بدصورت آدمی آگے بڑھ گیا۔اس کی ساتھی لڑکی ایک کار کے قریب اس کا انتظار کر رہی تھی۔

شوکت نے دور سے ہی اسے دیکھ کر ایک لمبی سی ٹھنڈی سانس کھینچی اور پھر اپنی کار میں جا بیٹھا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

زبردستی

وہ اپنی دھن میں کار ڈرائیو کر رہا تھا کہ ایک آواز نے اسے بری طرح چونکا دیا۔ آواز یقیناً پچھلی نشست سے ہی آئی تھی۔ کسی نے کہا۔ ''یا اللہ یا اللہ دل لے گئی۔''

شوکت نے جلدی سے پچھلی نشست کے اوپر چھت میں لگی ہوئی لائٹ کا سوئچ دبا دیا۔ کار میں روشنی ہوگئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، وہی اجنبی اس کی کار میں پچھلی نشست پر آرام سے بیٹھا تھا۔

''کون ہو تم؟'' شوکت نے کسی قدر گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''ایک انسان۔''

''مگر انسان کون؟ میری کار میں کائے کو گھس آئے؟''

''لفٹ چاہیے تھی۔''

''تیل لینے گئی لفٹ مفٹ، اتر و میری گاڑی سے۔''

''مجھے اتار دیا تو وہ لونڈیا پھر کبھی نہ ملے گی۔''

''کون سی لونڈیا؟ یانی کہ کیا بک رہے ہو؟''

''وہی جو اس ریچھ کے ساتھ تھی، جسے دیکھ کر تم دو دو میل لمبی برف جیسی ٹھنڈی آہیں بھر رہے تھے۔''

''اچھا جاؤ بھر رہا تھا، پھر تمہارے قانون کی دم اس لونڈیا میں کائے کو اٹکی ہے؟''

''کیا مطلب؟'' اب اجنبی بھی چونکا۔

''مجھے اس آدمی نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ تم کوئی سرکاری جاسوس ماسوس ہو۔''

''اچھا تو پھر؟''

''میں کوئی غیر قانونی ہوں جو ڈروں۔اور پھر تم جاسوس کے باوا آدم خد میرے دوست ہیں۔''

''کون؟''

''ابے تم حضور اور خان سپر ڈنٹ صاحب کو نہیں جانتے؟''

''ارے تو وہ وہ آپ کے دوست ہیں؟''

''اور نہیں تو کیا، میرے لنگوٹیے ہیں۔ہم دونوں بچپن میں ساتھ کھیلے ہیں۔''

''اوہ، تب تو بالے صاحب سے بھی آپ کی دوستی ہوگی؟''

''کون؟ وہ سارجنٹ...ہشت۔اس سے کون دوستی کرے گا۔''

''کیوں؟''

''پورا رنگیلا سیار ہے۔تمہارے بغل میں کوئی لڑکی ہوگی تو اسے بھی لے اڑے گا۔''

''بہت برا آدمی ہے تب تو۔''

''ایسا ویسا، وہ سالا امریکہ میں تھا نا ایک والنٹیر (ورلنٹیو) اس کا باپ بھی ہے۔''

''ارے، آپ شوکت صاحب تو نہیں ہیں؟''

''ہاں ہے تو...؟ پھر...؟ پتہ بھی لکھاؤں کیا؟''شوکت نے جلے ہوئے لہجے میں کہا۔''کیا بگاڑ لوگے میرا؟''

''بالے صاحب تو آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔''

''سب دکھاوے کی، میں تو جہاں میں نے ہنڈیا پکائی، سالے ہاتھ دھوئے بغیر حاضر۔''

''تو کیا آپ باورچی بھی ہیں؟''

''ارے میاں خاں، زبان سنبھالو اپنی۔باورچی تم خد۔تمہارا باپ، تمہاری سات پشتیں۔اتر و میری گاڑی سے۔''

''گاڑی سے تو اب پولیس ہیڈ کوارٹرز پر اتروں گا۔''

''کائے کو؟ کیا تمہارے باپ کی گاڑی ہے؟''

''جی نہیں۔آپ کو پولیس ہیڈ کوارٹرز چلنا پڑے گا۔''

''کیوں؟ کون سا جرم کیا ہے میں نے؟''

''آپ نے پولیس کے آدمی کو گالیاں دی ہیں۔''

''ابے ہاں جاؤ۔اور تم کیسے گھس آئے تھے میری کار میں بغیر اجازت؟''

''مجھے اختیار ہے۔''

''اختیار گیا تیل لینے۔اترو میری گاڑی سے اور نمبر نوٹ کر لے جاؤ، میں خود تمہارے اوپر مقدمہ چلاؤں گا۔''شوکت نے یہ کہہ کر گاڑی روک دی۔

''میں نہیں اتروں گا،تم میں ہمت ہو تو اتار دیکھو۔''

''ابے واہ، زبردستی ہے کچھ؟''

''یوں ہی سمجھ لو، کیونکہ شہریوں کی حفاظت کرنا بھی پولیس کا فرض ہے۔''

''کائے کی حفاظت؟ کیسی...؟یانی کیوں...؟''

''وہ بدصورت آدمی تمہیں مار ڈالے گا۔''

''اور لو،اس نے خود مجھے تم سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔ہونہہ...میاں خاں، وہ اس کا بھائی ہے۔''

''کس کا؟''

''کسی کا مئیں، تمہیں کیا؟ چلو،اترو گاڑی سے۔''

''بیٹے پری بیگم الٹی چپل سے تمہاری حجامت بنائے گی۔''

''کیا کہا؟یانی کون؟تم کون ہو، سالے؟''

''یعنی خدائی فوجدار۔''

"نہیں تم ضرور، سالے، بالے بھائی ہو، اور کوئی ہو نہیں سکتے۔"

"اچھا جاؤ ہوں ، خد کے سے۔" اجنبی نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"مگر تم کائے کو آج مرے تھے واں؟"

"تمہاری تقریر سننے۔"

"نہیں ، جھوٹ ۔وئی جاسوسی ماسوسی کا چکر ہوگا۔"

"کچھ سمجھدار ہوتے جارہے ہو آج کل۔"

"مگر یہ سیاسی کام میں بھی کائے کی جاسوسی؟ کیا گونمنٹ نے بھیجا تھا؟"

"تم اپنی حماقتوں سے کئی بار چکر میں پڑ چکے ہو، مگر اب کی بار تمہیں بچانے کے بدلے میں خود تمہیں سولی پر چڑھادوں گا۔"

"ابے جاؤ، میاں خاں۔ یہ جمہوریت ہے، کوئی سیزر خاں کی حکومت نہیں ہے کہ جسے چاہو سولی چڑھادو۔ ہماری پارٹی کا راج آئے گا تو ہم خود تمہیں سولی دے دیں گے۔" شوکت نے منہ بگاڑ کر کہا۔

"یہ سیزر خاں کیا تمہارے والدنا مدار کا اسم گرامی ہے؟"

"والدنا مدار ہوں گے خد تمہارے اور اسم گرامی بھی۔ میں وہ روسی قوم کے جولیٹ سیزر کی بات کہہ رہا تھا۔"

"اوہ، جولیس سیزر۔" بالے کا قہقہہ چھوٹ گیا۔

"ہنسے کائے کو؟ میں کوئی تاریخ مارخ کا ہیڈ ماسٹر ہوں کیا؟"

"خیر، میرا مشورہ یہی ہے کہ تم جیسے گدھے اگر سیاست کے چکر میں نہ پڑیں گو اچھا ہے۔"

"زبان سنبھالو، بالے بھائی ۔میری ہی کار اور مجھ سے ہی میاؤں ۔اور گدھے مدھے بھی تم خد ہو گے۔"

''تمہارے بھلے کے لیے سمجھا رہا ہوں۔''

''ہاں۔خوب جانتا ہوں میں، کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں۔تمہیں ڈر ہے کہ میں منسٹر بن جاؤں گا ایک دن، اس لیے روڑے اٹکا رہے ہو۔''

''لعنت ہے تم پر۔اچھا دیکھو، اپنی ملاقات کا کسی سے ذکر مت کرنا۔'' بالے نے لہجے میں سنجیدگی پیدا کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں کروں گا۔کوئی میں وہ، یا نی کتنی تھوڑی ہوں، مگر ان لوگوں کو تم پر شک ہو چکا ہے۔''

''ہونے دو۔تم تو موجود ہو مجھے خبر دینے کے لیے۔''

''نہیں نہیں۔اللہ قسم۔میں نے حلف اٹھایا ہے اور میں سچ مچ اس پارٹی کا وفادار ہوں۔وہ سچا کام کر رہی ہے۔میں اس کے خلاف تم سے بات بھی نہیں کروں گا۔''

''تمہاری پارٹی خطرناک ہے۔''

''وہ تو سب دشمن ایسا ہی بولتے ہیں، مگر اللہ چاہے گا تو اسی الیکشن میں شوکت صاحب ہوں گے منسٹر کی کرسی پے اور تم ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہو گے، اٹینشن۔''

''اگر تم جیسے گدھے منسٹر ہونے لگے تو انسانوں کا تو خدا حافظ۔''

''ہاں جاؤ، خدا حافظ۔اور اب میں ان سب کو بتا دوں گا کہ تم کون ہو۔''

''بیٹے شوکت، اگر تم سے ناک نہ رگڑوائی تو میرا نام بھی بالے نہیں۔''

''ارے بھوت دیکھے تم جیسے، جو بنے کر لینا۔'' شوکت نے گویا اسے چیلنج کیا۔

''یہ بات ہے تو دیکھ لوں گا تمہیں۔''

بالے یہ کہتا ہوا گاڑی سے اتر گیا۔شوکت منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا رہا، پھر اس نے کار اسٹارٹ کر دی اور بھاری لہجے میں سلام علیکم کہتا ہوا چل دیا۔بالے مسکراتا رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

''بس تو ان ہی چار شخصیتوں کو لسٹ پر لو۔''

''کیوں؟''

''میں جو کہہ رہا ہوں۔'' خان نے جھنجلا کر کہا۔

''بہتر ہے، لیجیے، ۱فادر مائیکل، ۲سر لال، ۳تیسرا وہ بھونڈی شکل والا، ۴اس کی ساتھی لڑکی۔'' بالے نے انگلیوں پر گنا۔

''اور شوکت کی ساتھی بھی۔ اور ہاں، اس بھونڈی شکل والے کا نام رستوگی ہے۔ وہ بندرگاہ میں جہازوں سے مال اتروانے کی ٹھیکیداری کرتا ہے۔''

''تو یعنی آپ وہاں تک پہنچ گئے۔''

''سردست اندازوں پر ہی کام ہو رہا ہے۔ کیس کی نوعیت ابھی تک واضح نہیں ہوئی ہے۔''

''جب آپ رستوگی سے واقف ہیں تو اس کی ساتھی لڑکی سے بھی واقف ہوں گے؟''

''اس کا سراغ تم بھی لگا سکتے ہو، ابھی تک میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔''

''دینے بھی کیوں لگے، آپ تو برہمچاری ہیں۔''

''پھر بک چلے۔''

''میں کوئی شاعری ہوتا تو آپ کو زاہد دو صد سالہ کا خطاب ضرور دیتا۔''

''صرف کام کی بات۔ اور رپورٹ بھی مجھے جلدی ہی چاہیے، اگر ہم حالت کی تہ تک نہ پہنچے تو ڈر ہے کہیں اور کچھ بڑے کیسز نہ ہو جائیں۔''

''تو مجھے غوطہ خوری سیکھنی پڑے گی۔''

''کیا مطلب؟''

Akram Allahabadi

"تہ تک پہنچنے کے لیے۔"

"بالے، آج کل میں بکواس سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"آپ تو کسی قسم کے موڈ میں ہی نہیں رہتے۔ پھر کیا عرض کروں، غالب یا ذوق۔"

"مجھے جلد از جلد رپورٹ چاہیے۔" خان نے یہ کہا اور اندر چلا گیا۔

"ہائے، آپ کی جلد از جلد۔ کبھی یہ نہ کہا، بیٹے پھونک پھونک کر کھاؤ۔"

"بالے بڑبڑاتا ہوا لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

آدھی رات کا فون

سوتے وقت ٹیلی فون بالے کے سرہانے ہی تپائی پر رکھا جاتا تھا تا کہ اگر شب کے اوقات میں کوئی ضروری فون آئے تو بالے اسے رسیو کر کے اس کی اہمیت کے مطابق یا تو جواب دے دے، یا خان کو بیدار کر دے۔ اور بالے کے لیے یہ مصیبت ایک بن بلائی آفت تھی۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ ہیڈ کوارٹرز سے بعض سرسری نوعیت کے معاملات کو بھی اہم سمجھ کر یہاں فون کر دیا جاتا اور اس وقت بالے بعد از فون گالیاں بسیار کے فارمولے پر عمل کرتا نظر آتا۔ بہر حال نیند تو خراب ہو ہی جاتی اور اسے از سر نو خواب خرگوش کے مزے لوٹنے سے ڈاکٹر سیّد کی دی ہوئی خواب آور گولیاں استعمال کرنی پڑ جاتیں۔

آج بھی آنکھ لگے دو گھنٹے نہ گزرے تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ پہلے تو اس کی آواز اس کی خواب کی دنیا تک نہ پہنچی، مگر جب فون بھی شرط باندھ کر چیختا ہی گیا، تو اسے ایک آنکھ کھولنی ہی پڑی۔ اس نے رسیور لحاف میں ہی گھسیٹ لیا۔

''ہیلو۔ کیا تکلیف ہے بھائی؟''

''میں ام کانت مالویہ بول رہا ہوں۔''

''شوق سے بولیے۔ جنتا کا راج ہے، آسمان سے بولیے، درخت پر چڑھ کر بولیے۔'' بالے بڑبڑانے لگا۔

''میں نے کہا نا کہ میں بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے ایک گھبرائی ہوئی سی آواز سنائی دی۔

کیوں بول رہے ہیں آپ؟ کم بولنے سے انرجی کم ضائع ہوتی ہے۔''

''مگر میں بول رہا ہوں۔''

''اخاہ، اچھا بولتے رہیے، اپنے باپ کا کیا ہے؟'' یہ کہہ کر اس نے رسیور پھر کریڈل پر رکھ دیا اور لحاف تان لیا۔ لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی اور بجتی رہی۔

''ہائے مصیبت، کس کمبخت نے ایجاد کیا تھا اس حماقت کو؟'' اسے بڑبڑاتے ہوئے پھر رسیور سنبھالنا پڑا۔ منہ ایسا بن رہا تھا جیسے کچے کریلے چبا لیے ہوں۔

''ہیلو۔'' اُدھر سے آواز آئی۔

''ہیلو۔''

''ہیلو۔'' ادھر سے گھبراہٹ میں پھر دہرایا۔

''ڈبل ہیلو، آگے چلیے۔'' بالے نے لحاف سے سر نکالتے ہوئے کہا۔ شاید اب وہ سمجھ چکا تھا کہ ٹیلی فون کرنے والا بھی باز آنے والوں میں سے نہیں ہے۔

''مم...میں...رام...آ...کانت مالویہ بول رہا ہوں۔''

''بولیے، مولوی صاحب۔''

''مولوی نہیں، مالویہ۔''

''ایک ہی بات ہے، دونوں ذات کے برہمن ہوتے ہیں۔''

''اوہ جناب، میں سخت مصیبت میں ہوں۔''

''اوپر والے سے رجوع کیجیے، سب دکھ دور کر دے گا۔''

''آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟''

''میں، میں بول رہا ہوں۔'' بالے بھی اب فرصت سے بولا۔

''میں خان صاحب کو چاہتا ہوں، سپرنٹنڈنٹ خان کو۔''

''ہائیں...!'' بالے نے حیرت سے دہرایا۔ ''کب سے؟''

''اوہ، میری بھی تو سنیے۔''

''سن تو رہا ہوں، لیکن خان صاحب تو صنفِ نازک سے نہیں ہیں۔ آپ کو شاید غلط

فہمی ہوئی ہے۔''

''اوہ، آپ آخر کیا سمجھ رہے ہیں؟''

''میں سمجھ نہیں رہا، سمجھا رہا ہوں۔ ویسے چاہنے والے ٹھنڈی آہیں بھرا کرتے ہیں، کسی درخت سے الٹے لٹک کر راتوں کو تارے گنا کرتے ہیں، کسی حلوائی کی بھٹی دل میں سلگا کر اس پر سیخ کباب سینکا کرتے ہیں۔ کیا آپ ان مرحلوں سے گزر چکے ہیں؟''

''ایشور کے لیے ایسی باتیں نہ کیجیے، مجھے خان صاحب سے ملا دیجیے۔''

''شرم نہیں آتی آپ کو؟ کیا آپ اسے رومنوں کا دور سمجھتے ہیں؟''

''نہ جانے آپ کیا بک رہے ہیں۔ جناب، میری جان پر بنی ہے۔''

''تو خودکشی کر لیجیے کہیں۔ خان صاحب کسی محترمہ کا نام نہیں، بلکہ ایک ہٹے کٹے جلاد قسم کے محترم ہیں اور بزرگ بھی اتنے ہیں کہ آپ پر جوتوں سے لاحول پڑھیں گے۔''

''یہ کیا بیہودگی ہے، بالے۔ کون ہے فون پر؟''

''ایک صاحب کو محبت کی کامیابی کا نسخہ سمجھا رہا تھا۔''

''دماغ تو نہیں خراب ہے تمہارا؟ یہ رات کو ایک بجے کیا پاگل پن سوجھا ہے؟'' یہ کہہ کر خان نے ریسیور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

''میں کیا کروں؟ وہ حضرت ہی فرما رہے تھے کہ میں خان صاحب کو چاہتا ہوں۔ اب دل ہی تو ہے یعنی...'' لیکن اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا، کیونکہ خالی ہاتھ سے خان نے اس کی گردن تھام کر اسے اس کے بستر پر دھکیل دیا تھا۔

''ہیلو۔'' خان خود فون کرنے والے سے مخاطب ہو گیا۔

''کیا آپ خان صاحب ہیں؟'' دوسری طرف سے گھبرائے ہوئے لہجے میں کسی نے پوچھا۔

''جی، فرمایئے؟''

Akram Allahabadi

''خان صاحب، میں اما کانت مالویہ بول رہا ہوں۔ ایشور کے لیے دو منٹ کے لیے یہاں تشریف لے آیے۔''فون کرنے والے نے کہا۔

''اوہ، پنڈت جی، مگر اس وقت رات کو ایک بجے؟ آخر ایسی کیا بات ہے؟''

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں صبح ہونے سے پہلے میں ختم نہ ہو جاؤں۔''

''اچھا اچھا، میں ابھی آیا۔'' خان نے یہ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

''گدھے، کسی پریشان آدمی کا اس طرح مذاق اڑاتے ہیں۔'' خان نے بالے کو ڈانٹا۔

''میرا کوئی قصور نہیں۔ وہ خود ہی فلمی قسم کے مکالمے بول رہے تھے۔'' بالے نے بھولی صورت بنا کر کہا۔

''چلو فوراً تیار ہو جاؤ۔ صرف دو منٹ میں۔''

''لیکن یہ ہے کیا آفت؟''

''پنڈت اما کانت کی جان خطرے میں ہے شاید۔''

''یہ ہیں کون ذاتِ شریف؟'' بالے اس کے پیچھے ڈرائنگ روم میں آتے ہوئے بولا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری کھوپڑی اتنی غیر حاضر کیوں رہنے لگی ہے؟ پنڈت اما کانت جن سنگھن کے لیڈر ہیں نا۔'' خان نے جلدی میں پاجامے کے اوپر ہی پتلون چڑھاتے ہوئے کہا۔

''آپ نے ان پر یقین بھی کر لیا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ انھوں نے کوئی خواب دیکھا ہو۔''

''ان دنوں اگر چوٹی کے سیاسی لیڈر ایسے خواب بھی دیکھیں تب بھی ہمیں ان تک پہنچنے سے نہ چوکنا چاہیے۔''

Akram Allahabadi

''چچا غالب نے سچ کہا ہے، موت کا ایک دن معین ہے۔لیکن اپنی ڈیوٹی کا تو وقت تک معین نہیں۔''بالے بڑبڑایا۔

وہ بہر حال دو منٹ میں ہی تیار ہو گئے۔بالے نے غلام رسول کو جگا کر اسے ہدایت کر دی کہ ان کے جانے کے بعد دو دروازے بند کر لے اور احاطے کا دروازہ بھی۔پھر وہ اسی وقت گیرج سے کار نکال کر روانہ ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆

رما کانت مالویہ بھی اس شہری علاقے میں رہتے تھے جو احاطے دار چھوٹے چھوٹے بنگلوں اور مکانوں پر مشتمل تھا اور جہاں بسا اوقات دن کے وقت بھی سناٹا رہتا، راتوں کا تو کہنا ہی کیا۔جس وقت ان کی کار اس علاقے میں داخل ہوئی، تو پہلے تو آوارہ کتوں نے ان کا خیر مقدم کیا، پھر ایک شب گشت کانسٹیبل ان کی طرف بڑھا۔مگر خان کی کار کو پہچانتے ہی وہ اٹینشن ہو گیا۔ساتھ ہی اس کے چہرے پر تحیر و تجسس کے آثار ابھر آئے۔آدھی رات کو خفیہ پولیس کے سپرنٹنڈنٹ کا اس علاقے میں اس طرح آنا کوئی غیر اہم بات نہ تھی۔ضرور کچھ ہو گیا ہے۔

مگر وہ صرف سوچتا ہی رہ گیا۔پوچھنے کی جرأت اس میں کہاں تھی۔خان نے خود ہی اس کے نزدیک کار آہستہ کر لی۔

''بالے، اس کانسٹیبل کا نمبر لے لو۔''خان نے بالے سے کہا۔

اور یہ سنتے ہی کانسٹیبل کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔اس کے حلق میں آواز پھنسنے لگی۔پھر بھی اس نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا۔

''حضور، میرا قصور؟''

خان مسکرا دیا، لیکن کانسٹیبل کی سمجھ میں اب بھی نہ آیا کہ اس کا نمبر کیوں لیا جا رہا ہے۔بالے اس کے بیلٹ پر سے ہی اس کا نمبر لے چکا تھا۔

Akram Allahabadi

''جاؤ اپنا کام کرو، فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' خان نے کانسٹیبل سے یہ کہہ کر کار تو آگے بڑھا دی، لیکن وہ غریب فکر کیسے نہ کرتا۔ اسے رہ رہ کر یہی گمان ہو رہا تھا کہ ضرور دور سے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اسے اس بند دکان کے شیڈ میں اونگھتے دیکھ لیا ہوگا، جہاں وہ اکثر تھک کر بیٹھ جایا کرتا تھا۔

رما کانت کے بنگلے میں روشنی ہو رہی تھی اور احاطے کے دروازے پر ان کا نوکر پہلے سے موجود تھا۔ خان کی کار جیسے ہی رکی، وہ دوڑ کر قریب آ گیا۔

''سپرنٹنڈنٹ صاحب کی گاڑی ہے نا؟'' اس نے خود خان سے ہی دریافت کیا، کیونکہ وہی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

''ٹھیک ہے۔'' بالے نے منہ بنا کر کہا اور اس نے جلدی سے پھاٹک کھول دیا۔

گاڑی پورٹیکو میں روک کر جب وہ شیڈ کی سیڑھیاں چڑھنے لگے تو ان کے قدموں کی چاپ سن کر اندر سے ایک ادھیڑ عمر منحنی سا آدمی باہر نکل آیا۔ وہ گون پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پیچھے اس کا ایک ملازم تھا، جو شکاریوں جیسے چست لباس میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بندوق تھی۔

''آیئے آیئے، میں کب سے انتظار کر رہا ہوں۔'' اس نے کانپتے ہاتھوں سے خان کے ہاتھ تھام لیے۔

''میں تو آپ کا فون پاتے ہی چلا آیا۔ بمشکل ۲۰ منٹ لگے ہوں گے۔'' خان نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

ڈرائنگ روم میں بھی روشنی ہو رہی تھی۔ وہ جب اس میں داخل ہوئے تو رما کانت نے بندوق بردار کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور وہ فوراً باہر نکل گیا۔

''یہ میرا ڈرائیور ہے، یہیں گیرج میں رہتا ہے۔'' رما کانت نے بتایا۔

''بندوق تو آپ کی ہی ہوگی؟'' بالے بول اٹھا۔

''جی ہاں۔میں نے ہی اسے دی ہے۔دراصل میرے ہوش اس وقت ٹھکانے نہیں ہیں۔'' رما کانت نے انھیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''آخر بات کیا ہے؟''خان نے سوال کیا۔

''یہ...یہ دیکھیے۔''رما کانت نے یہ کہہ کر گون کی جیب سے ایک چھوٹا سا سفید کارڈ نکالا اور خان کی طرف بڑھا دیا۔

خان اسے غور سے دیکھنے لگا۔بالے بھی اس پر جھک گیا۔اس کارڈ پر صرف ایک ستارا بنا ہوا تھا، جس کا رنگ سرخ تھا۔خان نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد بالے کی طرف بڑھا دیا۔اور خود سوالیہ نظروں سے اما کانت کو دیکھنے لگا۔

''یہ مجھے اپنے سرہانے تکیے کے نیچے ملا ہے۔''رما کانت نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تو پھر آپ نے کیا نتیجہ اخذ کر لیا اس سے؟''خان نے سوال کیا۔

''نتیجہ...؟ مجھے تو اپنے نتیجے کی فکر ہو رہی ہے۔کیا آپ نے اس منحوس ستارے والی روایت نہیں سنی؟''رما کانت کے الفاظ سے خوف جھلکنے لگا۔

''تو کیا وہ ستارا آسمان سے اتر کر آپ کے سرہانے یہ کارڈ رکھنے آیا تھا؟''بالے سے نہ رہا گیا۔

''میں نہیں جانتا۔''رما کانت کی سنجیدگی اور خوف برقرار رہا۔''لیکن نہ جانے کیوں مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے کہ وہ منحوس ستارہ پھر طلوع ہوگا اور اب کی بار میری شامت آئے گی۔''یہ کہتے ہوئے رما کانت کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

''تعجب ہے کہ آپ جیسے سمجھ دار لوگ بھی وہم پرستی کا شکار ہو گئے؟''

''میں...میں اس احساس کو درگزر نہیں کر سکتا۔''اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''بالفرض اگر اس ستارے کو منحوس مان بھی لیا جائے تو ان انسانی ہاتھوں سے اس کا

کیا تعلق ہوسکتا ہے، جنہوں نے یہ کارڈ آپ کے سرہانے رکھا ہوگا؟''

''میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا، مگر میرا دل کہہ رہا ہے کہ مجھ پر کوئی مصیبت آنے والی ہے۔''

''آخر اس کا کوئی سبب بھی تو ہونا چاہیے؟''

''سبب...؟ میں کیسے بتاؤں... خدا جانے آپ لوگ یقین کریں نہ کریں؟'' رما کانت جیسے سوچ میں پڑ گئے۔

''آپ اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہیں۔''

''خیر سنیے، میں آج ابھی بارہ بجے اپنی خواب گاہ میں آکر روشنی بجھا کر سونے لیٹا تھا، جب کچھ دیر بعد ہی وہ حیرتناک واقعہ ظہور میں آیا۔ میرے پلنگ کے سامنے کی طرف جو دیوار ہے، بس اچانک، مجھے اوپر تیز روشنی سے ایک عبارت لکھی نظر آئی۔ آپ یقین جانیے، وہ روشنی ہی لکھی ہوئی تھی...'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''کیا لکھا تھا؟''

''سیاست سے کنارہ کش ہوجاؤ، ورنہ جان سے جاؤ گے۔ بس چند سیکنڈ تک یہ روشن عبارت میری نظروں کے سامنے قائم رہی اور پھر غائب ہوگئی۔''

''آپ کے سرہانے کھڑکی ہوگی؟'' خان نے سوال کیا۔

''جی ہاں۔ اور میں نے فوراً کھڑکی سے جھانک کر بھی دیکھا تھا، مگر یہ صحیح ہے کہ چاندنی رات ہونے کے باوجود مجھے وہاں کوئی چوہا تک نظر نہ آیا۔ اور پھر یہی نہیں، بلکہ اس طرف میرے دو پالتو کتے بھی رہتے ہیں، جو اتنے خونخوار ہیں کہ اس طرف سے اگر کوئی اجنبی رات کے وقت داخل ہونے کی کوشش کرے تو سلامت نہیں رہ سکتا۔''

''لیکن ہم نے تو کسی کتے کی آواز نہیں سنی۔'' بالے نے دخل دیا۔

''آپ سامنے کی سمت سے آئے ہیں اور پھر وہ کار وغیرہ پر نہیں بھونکتے۔ ویسے

میں خود دروازے پر آپ کو لینے موجود تھا۔"

"ہُم۔ تو آپ اسے کوئی آسمانی اشارہ یا مافوق الفطرت واقعہ سمجھتے ہیں؟" خان نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔

"میں تو بہت دیر تک سوچتے رہنے کے بعد بھی جب کچھ نہ سمجھ سکا تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ آپ کو تکلیف دوں۔ ظاہر ہے کہ اس علاقے کی پولیس اس کے سوا کچھ نہ کرتی کہ چند الفاظ میں میری رپورٹ لکھ لیتی اور مجھ سے کہا جاتا کہ، مالوی جی، آپ نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہوگا۔" رما کانت کی اس صاف گوئی پر خان مسکرا دیا۔

"لیکن آپ کو گھبرانا نہ چاہیے تھا، اس لیے کہ جو کچھ بھی آپ پر گزرتی، وہ کم از کم آج کی رات کو تو نہ گزرتی۔ آپ کل دن میں بھی مجھ سے مل سکتے تھے۔"

"یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا؟"

"اس لیے اس وارننگ کا ردِعمل دیکھے بغیر وہ نامعلوم طاقت آپ کی جان کی درپے نہ ہوتی۔" خان نے کہا۔

"وارننگ...؟ آپ کا مطلب ہے وہ عبارت...؟"

"قطعی۔"

"اوہ، یہ تو میں نے سوچا بھی نہ تھا، لیکن یقین مانے آپ لوگوں کو یہاں تک تکلیف دینے کی بجائے میں خود ہی حاضر ہو گیا ہوتا، اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں باہر نکلتے ہی ختم نہ ہو جاؤں۔" رما کانت نے بتایا۔

"کیا آپ کے کچھ ایسے مخالف ہیں جو آپ کو سیاست سے دور ہٹانا چاہتے ہیں۔" خان نے اس سے سوال کیا۔

"یوں تو تمام سیاسی پارٹیاں اور ان کے لیڈر ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں، مگر صرف پلیٹ فارموں تک۔ نجی طور پر تو اکثر ان میں گہری دوستی بھی ہوا کرتی ہے۔"

Akram Allahabadi

اما کانت نے بتایا۔

''یہ تو عوام کے ساتھ سراسر بے ایمانی ہے۔'' بالے پھر بول پڑا۔

''تم سیاست میں ٹانگ نہ گھسیٹو، اسے عرفِ عام میں ٹنگڑم بازی ہی کہا جا سکتا ہے۔'' خان نے خود ہی بالے کو جواب دے دیا۔

''اگر چہ یہ میرے ملک کی توہین ہے۔'' رما کانت پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''لیکن میں ذاتی طور پر اس سے انکار بھی نہیں کر سکتا کہ خان صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں۔''

''کتنا خوشگوار دھندا ہے۔ آپ بھی کیوں نہیں اختیار کر لیتے؟'' بالے نے خان کو مشورہ دیا۔

''مجھے نہ ممبری چاہیے نہ منسٹری، بس حلال کی اتنی ہی بہت ہے۔'' خان مسکرایا۔

''حلال کی تو صرف قصائی کھاتے ہیں یا بیچارے حلال خور۔''

''کھوپڑی کھجلا رہی ہے کیا؟''

''گویم مشکل وگر نہ گویم مشکل۔'' بالے نے بے بسی کی کیفیت چہرے پر پیدا کرتے ہوئے کہا اور رما کانت فکرمند موڈ میں ہوتے ہوئے بھی مسکرا دیے۔

''بہر حال مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا میں کروں گا۔ ویسے آپ کو ابھی کوئی فوری خطرہ نہیں ہے، میں اس سلسلے میں کل آپ کو کوئی مشورہ دے سکوں گا۔ آپ کل تک کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ نہ لیں تو بہتر ہے۔'' خان نے کہا۔

''میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔''

''آپ کی خواب گاہ تک کس ملازم کو آنے کی اجازت ہے؟''

''کسی کو بھی نہیں، سوائے میری بیوی کے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے ہی میرا بستر وغیرہ ٹھیک کرتی ہیں۔''

''آپ وہاں اکیلے ہی سوتے ہیں؟''

Akram Allahabadi

"جی ہاں، میری بیوی اور بچے پاس والے دوسرے کمرے میں سوتے ہیں۔"

"خیر چلیے، میں ایک بار آپ کی خواب گاہ بھی دیکھ لوں۔"

"شوق سے۔" رما کانت اٹھ کھڑے ہوئے اور خان اور بالے کی رہنمائی کرنے لگے۔ رما کانت کی خواب گاہ کے معائنے کے بعد جب وہ واپس لوٹے تو ڈھائی بج چکے تھے۔

"اب تو جی چاہتا ہے کہ ایسی نوکری کو چھوڑ کر سنیاس لے لیا جائے۔" بالے نے راستے میں اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"خیر تو ہے؟"

"آدمی اگر آدھی رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھے تو ولی بن جاتا ہے۔"

"لیکن تم پھر بھی شیطان ہی رہو گے۔"

"محکمۂ پولیس میں تو اب تک صرف ایک ہی ولی پیدا ہوا ہے۔"

"یعنی؟"

"بابا حرام مونچھ... عبدالرزاق فلاغم۔"

"کم سے کم تمہیں اس کی عمر کا لحاظ کرنا چاہیے۔"

"کمال ہے، وہ تو ابھی اپنی عمر صرف پچیس سال ہی بتاتے ہیں۔"

"خیر، وہ ایک نہ ایک دن تم سے سمجھنے والا ہے اچھی طرح۔"

"ہائے، سمجھ ہی ہوتی تو شاعر کیوں بنتے بیچارے؟ کہیں پرچون کی دکان کھول لی ہوتی۔" بالے نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"سب تم جیسے مذاق سلیم کے حامل تھوڑی ہوتے ہیں۔"

"مجھے اس لفظ سے نفرت ہے۔"

"کس لفظ سے؟"

"یہی، حامل، حاملہ وغیرہ۔"

Akram Allahabadi

''لاحول ولاقوۃ۔آ گئے بیہودگی پر۔''

''اجی آپ خود ہی بتایئے۔مرد حامل اور عورت حاملہ ہوا کرتی ہے یا نہیں؟''

''بس اب چپ رہو،ورنہ میں تمہاری کھوپڑی پر ڈکشنری لکھ دوں گا۔''

''جواب جاہلاباشد خموشی۔''بالے نے زیرِ لب کہا،مگر بھنک خان کے کان تک پہنچ ہی گئی۔

''سور۔''اس نے ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبا دی اور بالے حلق سے کسی گونگے جیسی آوازیں نکالنے لگا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

تاریکی کے پیچھے

شوکت دیر سے کیفے ویسٹرن کے ہال میں بیٹھا دروازے کی طرف گھور رہا تھا۔ ویسے اسے کباب میں ہڈی سارجنٹ بالے کے یہاں ٹپک پڑنے کی توقع نہ تھی، لیکن مارتھا نے اسے یہیں ملنے کا جو وقت دیا تھا، وہ گزر چکا تھا، بلکہ بیس منٹ زیادہ گزر چکے تھے اور اس عرصے میں ہوٹل کے بیرے باری باری اس سے کسی خدمت کے لیے پوچھ چکے تھے اور وہ ہر بار یہی جواب دے چکا تھا کہ جس کی خدمت کرنا ہے، وہ سالی تو ابھی تک آئی ہی نہیں ہے۔''

ٹھیک آٹھ بج کر پینتیس منٹ پر وہ مایوس ہو کر اٹھنے لگا۔ اب وہ دل ہی دل میں مارتھا کو، اس لیڈری کو جو مارتھا کی بدولت سیاست میں حصہ لینے پر اسے ملنے والی اور اس منسٹری کو جو اس لیڈری کے طفیل حاصل ہوتی، اپنی نجی قسم کی گالیوں سے نوازنے لگا۔ ممکن ہے کہ جلے دل کی بددعاؤں کا اثر ہو رہا ہو یا ان گالیوں کا کہ عین اسی وقت اسے داخلی دروازے میں وہ حسین چوکھٹہ نظر آ گیا۔ شوکت کی باچھیں کھل گئیں اور اس نے بیک وقت تمام گالیاں اور شکوے دل ہی دل میں واپس لے لیے۔ مارتھا اکیلی ہی تھی اور سیدھی اس کی طرف آ رہی تھی۔ شوکت اس کے استقبال کو اٹھ کھڑا ہوا۔

''اتنی دیر کر دی آپ نے؟'' شوکت نے اسے کرسی پیش کرتے ہوئے بولا۔ ''یاں تو شدت کے انتظار میں غالب خان کا وہ شیر رٹ رہے تھے کہ... ہاں... یا نی... کوئی کب تک انتظار کرے اس بے وفا کا۔ آپ کے آجانے سے آجھاتی ہے اپنے منہ پر رونق۔''

شوکت نے ٹھیک سے یاد نہ آنے کی صورت میں جو یاد آ سکا، عرض کر ڈالا۔

''مجھے افسوس ہے کہ میں وقت پر نہ آ سکی۔ کچھ معاملات ہی ایسے تھے۔''

''ارے کائے کو افسوس منصوس۔ دیر سویر تو ہوتی ہی رہتی ہے۔'' شوکت نے موڈ

خوشگوار بناتے ہوئے کہا۔

وہ مسکرانے لگی۔

''چلیے نا، کہیں اور چل کر تفریح کریں گے۔'' مارتھا نے خود شوکت سے فرمائش کی۔

''ایں... ہاں... مگر کچھ کھا پی تو لیا جائے۔''

''صرف کولڈ ڈرنک۔'' مارتھا نے نخرے سے کہا۔

''بیرا۔'' شوکت نے بیرے کو آواز دی، جو شاید اس موقع کا منتظر ہی تھا۔ وہ فوراً آ پہنچا۔ اسے توقع تھی کہ یہ موٹا صاحب کوئی موٹا تگڑا سا ہی آرڈر دے گا، مگر جب شوکت نے صرف دو آرینج لانے کو کہا تو اس نے اس طرح منہ بنا لیا، جیسے کونین نگلنی پڑ رہی ہو۔''

مگر شوکت کا حلق سوکھنے لگا جب اس نے پاس آنے والے ایک ادھیڑ عمر آدمی کو ان کی میز پر بیٹھنے کی اجازت طلب کرتے سنا۔

''اور کرسیں کیا سب مر گئی ہیں ہوٹل میں؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''بیٹھنے دیجیے، کسی کو اس طرح جواب دینا بداخلاقی ہے۔'' مارتھا نے اسے سمجھایا۔

''تو بیٹھو، خاں۔ اپنے خدکے سے۔''

وہ آدمی کچھ جھینپا جھینپا سا تیسری نشست پر بیٹھ گیا۔

''معاف کیجیے گا، کوئی نشست خالی ہوئی تو میں خود ہی اٹھ جاؤں گا۔'' اس نے معذرت کی۔

''ارے ہاں، بھوت غیرتمند ہوتا، سالے۔'' شوکت زیرِ لب بڑبڑایا۔ اور اسے غیر پسندیدہ نظروں سے گھورنے لگا، مگر وہ ایسا بے تعلق ہو کر بیٹھا تھا، جیسے اسے اس نشست پر ان دونوں کے وجود کا احساس ہی نہ ہو۔ شوکت مارتھا کی اس فراخ دلی پر اس سے کچھ روٹھا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''کیا روٹھ گئے، ڈارلنگ؟'' مارتھا نے مسکرا کر اسے چھیڑا۔

Akram Allahabadi

''اے لو، اس کباب میں ہڈے کے سامنے مجھے ڈارلنگ کے رئی ہو۔''شوکت کو جیسے شرم آنے لگی۔

''تو کیا ہوا؟ میں تو تمہیں ہزاروں میں ڈارلنگ کہہ سکتی ہوں۔ مجھے تم سے محبت جو ہے نا۔''

''اللہ قسم؟''شوکت چونک کر پرمسرت لہجے میں بولا۔

''یقین نہیں مجھ پر؟''

''تب تو اس دخل در معلومات...اونہہ...معقولات کی بھی ایسی تیسی، لوسنو، سالے، اور جلنے والے جلا کریں، اپنے ٹھینگے سے۔''یہ کہہ کر شوکت نے برا سا منہ بنا کر اس اجنبی آدمی کی طرف دیکھا اور پھر مارتھا کی طرف دیکھ کر بھونڈے انداز میں مسکرانے لگا۔

''جی، آپ نے کچھ فرمایا؟''وہ آدمی کسی ہونق کی طرح منہ کھول کر شوکت سے پوچھنے لگا۔

''جیاں، فرمایا، کیا کرلیں گے آپ؟ سالے جھینگا پہلوان۔''شوکت کا لہجہ پھر تلخ ہوگیا۔

''مم...میں...کیا کرلوں گا آپ کا؟ میں کون ہوتا ہوں آپ کا؟''

''آپ میرے باپ ہوتے ہیں اور کچھ۔اب کرلیجیے کچھ۔''شوکت زبردستی اس سے اکڑنے لگا۔

''تمہیں کیا ہوگیا ہے، ڈارلنگ؟''مارتھا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

''کوچھ ئیں، ذرا جوش آگیا تھا۔''شوکت بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

اتنے میں بیرے نے دو گلاسوں میں آرینج لاکر رکھ دی۔شوکت کو اس وقت نہ جانے کیوں اپنی گلفامی کے جوش میں اس ادھیڑ عمر آدمی پر رحم آگیا۔

''تم بھی پیو گے کوچھ؟''

''جی شکریہ۔''

''اے لو، پیے بغیر ہی شوکریا۔''شوکت پھر ہنس پڑا۔

لیکن مارتھا نے اپنی کلائی کی گھڑی دیکھ کر اپنا گلاس جلدی سے خالی کر دیا۔شوکت نے بھی اس کی پیروی کی۔

''کم آن ڈارلنگ۔''مارتھا اٹھ کھڑی ہوئی۔

بیرا قریب آ کر انھیں گھورنے لگا۔بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی، اتنی دیر کرسیاں توڑیں اور صرف دو آرینج۔مگر جب شوکت نے اسے مل کے علاوہ ایک روپے کی ٹپ دی تو وہ خوش ہو گیا۔

ان کے باہر نکلتے ہی بیرے نے دونوں گلاس اٹھا لیے، لیکن مارتھا والے گلاس کو اس نے صرف چٹکی سے پکڑ کر اٹھاتے وقت اس ادھیڑ عمر آدمی کو آنکھ سے کچھ اشارہ کر دیا تھا۔وہ بھی اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا اور ہال پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

باہر آ کر وہ ہوٹل کے دروازے پر ایک تاریک گوشے میں کھڑا ہو گیا۔ابھی بمشکل دو منٹ ہی گزرے تھے کہ وہی بیرا اس کے قریب آ پہنچا۔وہ ہاتھ میں ایک خالی گلاس تھامے ہوئے تھا۔اس نے اسے ادھیڑ عمر کے آدمی کی طرف بڑھا دیا۔

''یہی ہے۔''وہ بولا۔

جواب میں اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس میں گلاس کو لپیٹ کر اپنی جیب میں ڈال لیا اور بیرے کو واپس جانے کا اشارہ کر کے خود سیڑھیاں اتر گیا۔

شوکت کی کار اسٹارٹ ہو چکی تھی۔اس کے روانہ ہوتے ہی ہوٹل کے پارک میں کھڑی ہوئی ایک دوسری کار بھی چل پڑی۔بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آپ سے آپ چل رہی ہو، لیکن پارک سے باہر نکلتے ہی ڈرائیونگ سیٹ پر جو کھوپڑی ابھری، وہ بالے کی تھی۔ خدا جانے کس کی کار وہ لے آیا تھا۔یا شاید یہ ان پولیس کاروں میں تھی جو سراغرسانی کے کاموں

میں مخصوص حالات میں استعمال ہوتی ہیں۔

شوکت کے فرشتوں کے وہم وگمان نہ تھا کہ کوئی کار پیچھا کر رہی ہے۔ وہ اپنی گلفامیت کے زعم میں ٹینی مرغے کی طرح اکڑا بیٹھا کار ڈرائیو کر رہا تھا اور کبھی کبھی اس طرح مارتھا کو دیکھ لیتا، جیسے کوئی رومن فاتح میدان سے مالِ غنیمت سمیٹ کر لے جا رہا ہو۔ مارتھا کی ہر مسکراہٹ اس کے قلب وجگر کا آپریشن کرنے لگتی۔ یہ تقدیر کی سکندری ہی تو تھی جو ایک اتنی خوبصورت لڑکی اس پر اتنی بری طرح فریفتہ ہوگئی تھی۔ جیسے اس کے سوا دنیا میں سب مرد اندھے، لنگڑے، لولے یا کانے ہوگئے ہوں۔ یا شوکت چنیں دیگرے نیست۔ ورنہ پہلے ہی بالعموم یہ ہوا کرتا تھا کہ وہ جس لڑکی کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتا، وہ سارجنٹ بالے کی طرف جھک جاتی اور شوکت کو بسا اوقات ایسی تفریحات کے لیے بالے کی خوشامد کرنی پڑتی۔

بہر حال اب وہ خود کسی تمیں مارخاں سے کم نہ تھا اور اس لیے اس کی تفریحات زیادہ تر بالے سے دور رہ کر ہی عمل میں آیا کرتیں۔ بلکہ کبھی کہیں بالے کا سامنا ہو جاتا تو وہ اس طرح دل ہی دل میں لاحول پڑھنے لگتا، جیسے کوئی بلی راستہ کاٹ گئی ہو۔ بالے اس کے رویے میں تبدیلی محسوس کر رہا تھا، مگر اسے ان دنوں اس قدر فرصت نہ تھی کہ اس کی حماقتوں کو اور بانس پر چڑھائے، یا پھر اس کی پکی پکائی ہنڈیا صاف کر دے۔

ان تمام باتوں کے باوجود ان کی دوستی یا ان کے خلوص میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ جب بھی ملتے، اسی طرح ملتے۔ بالے اسی طرح اسے سناتا اور وہ اسی طرح اسے اپنی زبان میں کھری کھری سنایا کرتا۔ یہ اور بات ہے کہ بالے نے اسے یہ ڈھیل بھی محض اس مصلحت سے دی ہو کہ ذرا ٹھوکر کھالے پھر وہ سیدھا ہو جائے گا۔

آج وہ بالے سے چھپ کر یہاں آیا تھا اور مارتھا کے قرب میں اس نے اس کی وہ نصیحت بھی یاد نہیں رہی تھی کہ، بیٹے! کسی لونڈیا کے ساتھ اس کے گھر کبھی نہ جانا۔

مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی ان کی کار آبادی کے باہر ایک نالے کے ویران پل

کے قریب رک گئی۔ گاڑی ایک طرف تاریکی میں کھڑی کر کے وہ دونوں اتر گئے۔

''کتنا رومان پرور مقام ہے۔'' مارتھا کھلی سانس لیتے ہوئے چاروں طرف دیکھ کر بولی۔

''اور نہیں تو۔'' شوکت نے تائید کی۔

''ڈارلنگ، کیا سچ مچ تم مجھے چاہتے ہو؟'' مارتھا نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھ کر پوچھا۔

''اے لو، اس میں بھی شک ہے کوئی۔ کہو تو اسٹامپ پیپر لکھ دوں۔'' شوکت نے بڑی عقلمندی سے جواب دیا۔

''کاش تم جلدی سے منسٹر بن جاؤ۔'' مارتھا نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

''تمہارے لیے تو میں آسمان سے تارے توڑ کے...، مگر یہ سائنس والے تو کہتے ہیں یہ تارے سالے اپنی زمین سے بھی بھوت بڑے بڑے ہیں؟'' شوکت کا دماغ بہک گیا۔

''میں نے صرف تمہارے منسٹر بننے کی آرزو کی ہے۔''

''وہ تو میں بنوں گا ہی۔ سر لال مُنیں کے رئے تھے کہ شوکت صاحب اب کے الیکشن میں اپنی پارٹی جیتے گی اور میں آپ کو منسٹر بناؤں گا۔''

''سر لال مسخرے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ ''جو شخص تمہیں منسٹر بنا سکتا ہے وہ کوئی اور ہی ہے۔''

''تو کون ہے وہ؟''

''یہ تو کوئی نہیں جانتا، مگر وہ بڑی پراسرار طاقتوں کا مالک ہے۔ میں تمہیں ایک بار وہاں تک لے چلوں گی، آگے ہماری تقدیر۔''

''ارے تو چلو نا میں کتنا بے چین ہوں منسٹر بننے کے لیے۔ سالے بالے بھائی جس دن میرے سامنے اٹینشن نظر آئیں گے، میں اس دن کا کتنا انتظار کر رہا تھا۔''

Akram Allahabadi

''بالے بھائی کون؟''

''دوست ہیں میرے، بڑے خود کو لگاتے ہیں رستم سہراب خاں گاما پہلوان۔''

''خیر ہتو وہ دن بھی آ ہی جائے گا۔ آؤ ہم چلیں۔''

''کاں؟''

''بس اُدھر۔ اسی طرف ہماری منزل کا راستہ ہے۔''

شوکت کچھ سمجھ تو نہ سکا، مگر اس کے ساتھ چلنے لگا۔ انھیں اس وقت بھی اس کا احتمال تک نہ تھا کہ ایک اور سایہ بھی دور سے تاریکی میں ان کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ اب ڈھلوان کی طرف اتر کر اونچے نیچے پہاڑوں سے گزرنے لگے، جو اس نالے کے دونوں طرف دور تک چلے گئے تھے۔

تقریباً دو فرلانگ چل کر انھیں دور سے کچھ روشنی نظر آئی۔ یہ روشنی ایک عمارت میں ہو رہی تھی۔ وہ جیسے جیسے قریب پہنچتے گئے، اس کے آثار نمایاں ہوتے گئے۔ وہ ایک بڑے کمپاؤنڈ کے درمیان بنا ہوا ایک بنگلہ تھا جس کے در و دیوار شاید مدت سے قلعی کو ترس رہے تھے۔ اسی وجہ سے رات کی تاریکی میں ان کا گندا پن انھیں چھپا لیتا تھا۔ اس کے دروازے پر انھیں ایک دربان نظر آیا، جو نیپالی تھا اور ایک بڑے خنجر سے مسلح تھا۔ وہ شاید لڑکی کو دیکھ کر پہچان گیا تھا اور اس نے خود ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔

''ارے، یہ کاں آ گئے ہم؟'' شوکت نے اس ویرانی میں چاروں طرف نظریں دوڑا کر کہا۔

''بس دیکھتے جاؤ خاموشی سے۔'' مارتھا نے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ لیکن شوکت اتنا بیوقوف نہ تھا جو اسے اس مقام کی پراسراریت کا احساس نہ ہوتا۔ وہ چوکنا تو ہو گیا، لیکن اس نے اپنے کسی شبے کا اظہار مارتھا پر نہیں کیا۔ وہ جیسے ہی اس بنگلے کے پورٹیکو میں داخل ہوئے آپ سے آپ کہیں گھنٹی بجنی شروع ہو گئی۔ اور پھر ان کے سامنے والا دروازہ

چرچراہٹ کی ایک آواز کے ساتھ کھل گیا۔

''اندر آجاؤ۔'' مارتھا نے اندر داخل ہوتے ہوئے شوکت سے کہا۔شوکت نے اندر آکر دیکھا، یہاں تو کسی کا نام ونشان تک نہ تھا۔ پھر دروازہ کس نے کھولا؟ نگران کے اندر آجانے کے بعد وہ دروازہ آپ سے آپ بند بھی ہوگیا۔

''یہ کیا کوئی طلسم ہوش ربا ہے؟'' شوکت نے حیران ہوکر مارتھا سے پوچھا۔

''بولو مت، چپ چاپ چلے آؤ۔'' وہ سرگوشی کے لہجے میں بولی۔

اب وہ ایک بڑے کمرے سے گزر کر ایک بڑے دروازے پر رک گئے۔ان کے ٹھہرتے ہی کوئی دوسیکنڈ بعد دروازے کے دونوں پٹ کھلے اور اندر سے دو آدمی، جو سیاہ سوٹ میں ملبوس تھے، باہر نکل آئے۔انھوں نے مہمانوں کا استقبال کرنے والے انداز میں سر جھکا کر ان کی تعظیم کی اور پھر انھیں اندر چلنے کا اشارہ کیا۔مارتھا نے شوکت کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا اور وہ اندر داخل ہوگئے۔یہ کمرہ اندر سے بڑا صاف ستھرا اور کشادہ تھا اور اس کی دیواروں میں بڑے بڑے قد آور شیشے لگے ہوئے تھے۔سامنے کی طرف ایک مدھم روشنی کے ختم ہونے کے بعد ایک تاریک خلاء سا تھا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' اچانک انھیں ایک بھاری گونجتی آواز سنائی دی۔

مارتھا نے فوراً شوکت کو گھسیٹ کر ایک صوفے پر بٹھالیا۔شوکت حیران اور خاموش تھا۔اس کی آنکھیں اس تاریک خلاء کی طرف لگی ہوئی تھیں۔اچانک کمرے کی مدھم روشنی تیز ہونے لگی اور پھر ان کے دیکھتے دیکھتے سارا کمرہ ہالۂ نور بن گیا۔شوکت نے حیرت سے پھٹی آنکھوں سے دیکھا وہ تاریک خلاء روشن ہو چکا تھا۔ان سے کوئی پچاس قدم دور ایک گدے دار چوڑی کرسی پر ایک عجیب سا آدمی بیٹھا تھا جو دوری کے سبب صاف نظر نہ آتا تھا، لیکن اس کا لباس سرخ تھا اور چہرہ زرد۔اس کی آنکھیں سوجی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور یا تو وہ جھک کر بیٹھا تھا یا شاید اس کی کمر ہی جھکی رہی ہوگی۔

Akram Allahabadi

''تم کیا چاہتے ہو؟''

شوکت کو اچانک اس آدمی کی آواز سنائی دی، جو اس فاصلے کے باوجود جیسے بالکل قریب سے آئی ہو۔ حالانکہ لب اس پراسرار انسان کے ہی ہل رہے تھے۔

''مم میں... یانی کہ کوچھ نہیں۔ اپنے پاس اللہ کا دیا لیا سب کچھ ہے۔'' شوکت نے بوکھلاہٹ میں کہا۔

''مارتھا، تم کس بیوقوف کو ساتھ لے آئی ہو؟'' اسی آدمی کی آواز پھر قریب سے سنائی دی۔ اس کے صرف لب اور سر جنبش کرتے معلوم ہو رہے تھے، ورنہ وہ ساکت وصامت بیٹھا ہوا تھا۔ قبل اس کے کہ شوکت کچھ کہنے کی جرأت کرے، مارتھا جلدی سے بول پڑی۔

''یہ بیوقوف نہیں، باس۔ صرف شرمیلے ہیں۔'' اس نے جلدی سے بات بنادی۔

''میرے پاس زیادہ وقت نہیں۔''

''باس، یہ منسٹر بننا چاہتے ہیں۔'' مارتھا نے جواب دے دیا۔

''ہُم...'' وہ آواز گونجی۔ ''بن سکتے ہو، مگر...'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''مگر کیا؟'' شوکت نے جلدی سے پوچھا۔

''تمہیں میرے ہر حکم پر چلنا ہوگا۔'' وہ بولا۔

''چلوں گا۔'' شوکت ہی بول اٹھا۔

''تمہیں وفاداری کا حلف اٹھانا پڑے گا۔''

''میں تیار ہوں۔''

''اور یاد رہے کہ غداری کی سزا موت ہوگی۔ مارتھا، انھیں بتادو کہ سر ٹھکرا اور آچاریہ کا کیا حشر ہوا۔''

''مم... میں... میں سمجھ گیا۔'' شوکت نے خشک گلے میں تھوک نگلا۔

''نہیں، میں تمہیں اور اچھی طرح سمجھادوں۔'' وہی آواز پھر سنائی دی۔ ''ادھر

Akram Allahabadi

دیکھو۔''اس نے ایک ہاتھ بلند کر کے ایک قد آدم شیشے کی طرف اشارہ کیا اور پھر نہ جانے اپنی کرسی کے ایک دستے پر کیا حرکت کی جس سے اس آئینے کی سطح روشن ہوگئی اور ایک دھندلا سا منظر نظر آنے لگا۔تاریکی میں ڈوبا ہوا آسمان جس پر تاروں کی مدھم ملگجاہٹ نمایاں تھی۔پھر انھیں اس میں اچانک سرخی کی جھلک نظر آئی جو تیز ہوتی گئی۔شوکت ایک دم اچھل پڑا۔

''وہ سرخ ستارہ۔''اس کے منہ سے نکلا،مگر مارتھا نے اس کا ہاتھ دبا دیا اور اسے خاموش ہوجانا پڑا۔

وہ سرخ ستارہ آسمان پر چمکتا نظر آرہا تھا۔وہ پہلے دور سے ایک نقطہ نظر آیا تھا،پھر قریب آکر بڑا معلوم ہونے لگا تھا۔

''اب غور سے دیکھو۔''اس پراسرار آدمی کی آواز گونجتی سنائی دی۔اس روشن ستارے کی روشنی اچانک تیز ہوئی اور پھر اس میں سے ایک باریک سی سرخ لکیر تڑپ کر نکلی اور پھر تیزی سے سنیما کے بدلتے ہوئے منظر کی طرح انھیں ایک سڑک پر ایک سیاہ یا گہرے نیلے رنگ کی کار دوڑتی نظر آئی۔اچانک وہ شعاع اس کار سے ٹکرائی اور...

''اے لو،گئی کام سے کار مار۔''شوکت کے منہ سے بے ساختہ نکلا اور وہ حیرت سے دیکھنے لگا کہ دوڑتی کار ایک دم لڑھک کر سڑک پر الٹ گئی اور ایک دھماکے کے ساتھ اس میں سے شعلے بلند ہونے لگے۔

''کون سی پکچر کا سین ہے؟''شوکت نے رازدارانہ لہجے میں مارتھا سے پوچھا،لیکن شاید اس کی آواز سن لی گئی اور اس کے جواب میں اسے ایک مکروہ سا قہقہہ سنائی دیا جو بھیانک بھی تھا۔

''یہ سنیما کا منظر نہیں،حقیقت ہے،جس کا علم تمھیں یہاں سے جانے کے بعد ہوجائے گا،لیکن یاد رکھو کہ غداری یا مخبری کی صورت میں کسی وقت بھی اور کہیں بھی تمہارا یہی انجام ہوسکتا ہے۔''اس پراسرار آدمی نے تحکمانہ انداز میں کہا۔شوکت اس تنبیہ پر کانپ اٹھا۔

اگر یہ حقیقت تھی تو واقعی بڑی بھیانک حقیقت تھی۔

''جانتے ہو کون تھا اس کار میں؟''

''مم... میں... یانی کہ میں کیا جانوں؟ کوئی مجھے علم الغائب تھوڑی ہے۔'' شوکت نے بوکھلا کر کہا۔

''اس میں تمہارے شہر کا ایک مشہور سیاسی لیڈر رما کانت اور اس کا مسلح باڈی گارڈ تھے۔ اور ہاں، شاید ایک خفیہ پولیس کا محافظ بھی۔'' اس پراسرار آدمی نے بتایا۔

''باپ رے، تو کیا سب مر گئے؟'' شوکت نے لرز کر پوچھا۔

''میں نے کہا نا کہ خود جان لو گے باہر جا کر۔'' اسے جواب ملا۔

''تو میں باہر جاؤں اب؟'' شوکت نے بے بسی سے پوچھا۔

''تم شاید ڈر گئے ہو، مگر اطمینان رکھو، وفادار آدمیوں کے لیے خطرے کا کوئی امکان نہیں۔ یہ سزائیں صرف غداروں کے لیے ہیں۔''

''اللہ قسم، کون سور کا بچہ غداری کرے گا آپ سے؟ کس کے دن پھرے ہیں؟''

''تو جاؤ، ہم اپنا وعدہ پورا کریں گے اور تم اپنا فرض۔ تمہیں تمام ضروری ہدایات کسی نہ کسی ذریعے سے ملتی رہیں گی، لیکن عہد کرو کہ تم اپنے مقصد کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہ کرو گے۔''

''نہیں کروں گا، مگر منسٹر تو بنوں گا نا؟''

''یہ وعدہ پورا کیا جا چکا ہے۔''

بس اسی قدر الفاظ سنائی دیے تھے کہ اچانک پشت کی جانب سے فائرنگ کی ایک آواز سنائی دی اور وہ دونوں اچھل کر صوفے سے لڑھک گئے۔ اس فائرنگ کے ساتھ ہی اچانک کمرے کی روشنی مدھم پڑتی گئی اور سامنے کا حصہ پھر تاریک خلا نظر آنے لگا۔

ایک بار اور فائر ہوا اور اس بار شوکت نے کانوں میں انگلیاں دے لیں۔ اس وقت

وہ دل ہی دل میں مارتھا کے حسن پر، اپنے عشق پر اور منسٹری کے خبط پر ہزار لعنتیں بھیج رہا تھا۔ مگر مصیبت تو بہر حال آ ہی چکی تھی۔ خود کردہ را علاجے چیست۔

دو بار اور فائر ہوئے اور پھر کمرے میں اچانک روشنی ہو گئی۔ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالتے ہی شوکت کی کھوپڑی گھوم گئی۔ جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔ یہ وہ کمرہ تو ہرگز نہ تھا۔ یہاں کی ہر چیز بدلی ہوئی تھی۔ نہ سامنے کی طرف کوئی خلاء تھا نہ یہ اتنا لمبا تھا۔ وہ صوفہ، وہ میز، دیوار کے شیشے، سب کچھ غائب تھے۔ اور مارتھا کا بھی تو یہاں وجود نہ تھا۔

وہ کمرے کی ایک کھڑکی سے سارجنٹ بالے کو اندر کودتے دیکھ کر دوبارہ چونک پڑا۔ بالے کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور خود وہ بھی کسی شش و پنج میں مبتلا نظر آ رہا تھا۔

''میاں خاں، تم نے یہ گولی مولی چلائی تھی کیا؟'' شوکت نے ڈرتے ڈرتے بالے سے پوچھا۔

''ہم۔'' بالے نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ وہ اس کمرے کی دیواریں ٹھونک ٹھونک کر دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ مایوس سا ہو گیا۔ اس نے کھسیائے ہوئے انداز میں شوکت کی طرف دیکھا، پھر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

''اللہ جانے کیا ماملہ ہے؟'' شوکت بڑبڑایا۔ پھر خود بھی کمرے کے کھلے دروازے سے باہر نکل آیا۔ اسے برآمدے میں ہی بالے دوبارہ نظر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں نارنج تھی۔

نہ جانے کس خیال سے شوکت آڑ میں ہو گیا۔ بالے اب پشت کی طرف نکل گیا اور شوکت کو اتنا موقعہ مل گیا کہ وہ پورٹیکو میں آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہی اسے سرگوشی کرتی ہوئی ایک آواز سنائی دی۔

''اگر فرض سے غداری کی تو وہی حشر ہو گا۔''

گھبراہٹ میں اس نے کسی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا اور کار اسٹارٹ کر دی۔ مگر جب کار دروازے پر پہنچی تو اس کی کار روک لی گئی۔ یہاں تین پولیس مین موجود تھے جو باوردی

Akram Allahabadi

تھے۔ان میں سے ایک شاید حوالدار یا جمعدار تھا۔وہ اس دربان کو پکڑے ہوئے تھے۔شوکت کو کار روکنی پڑی۔

''ہم نے ابھی اندر سے گولیاں چلنے کی آواز سنی تھی؟''ان کے جمعدار نے آگے بڑھ کر کہا۔''جب تک ہمیں اس کا سبب نہ معلوم ہو جائے،آپ کو باہر نہیں جانے دیا جائے گا۔''

وہ بولا۔

''اے لو،تو کیا میں نے چلائی تھیں گولیاں۔وہ تمہارے سارجنٹ بالے صاحب نے چلائی ہوں گی۔ان کے ہی ہاتھ میں ریوالور تھا۔میری تلاشی لے سکتے ہو۔''شوکت نے صفائی پیش کی۔

''کیا بالے صاحب اندر موجود ہیں؟''جمعدار نے حیرت سے پوچھا۔

''اور لو،یانی آپ کو خبر بھی نہیں؟''

''ہم تو گشت پر تھے۔فائرنگ کی آواز سن کر دوڑے آئے اس طرف۔''

''اچھا بابا،مجھے جانے دو،جاؤ اندر اپنے سارجنٹ صاحب سے پوچھو۔''شوکت نے پیچھا چھڑانا چاہا۔

''جب تک بالے صاحب آپ کے بیان کی تصدیق نہیں کر دیں گے،آپ کو جانے نہیں دیا جائے گا۔''جمعدار نے نرمی سے کہا۔

''باپ رے،یانی آسمان سے ٹپکے اور کھجور میں اٹکے۔ہات تیری کھجور کی۔''اس نے یہ کہہ کر دونوں کہنیاں اسٹیرنگ پر ٹیک دیں۔

''چھوڑ دو انھیں۔''اچانک ایک آواز نے انھیں چونکا دیا۔

انھوں نے پلٹ کر دیکھا،بالے احاطے سے برآمد ہو رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر اطمینان ہو گئے۔

''لو،اب آیا یقین تمہیں،جمادار صاحب؟''شوکت نے گویا جمعدار کا منہ چڑایا۔

Akram Allahabadi

''شوکت صاحب، آپ جا سکتے ہیں۔'' بالے نے بڑے خشک سے اجنبی لہجے میں کہا اور شوکت کو اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ بالے کبھی اس بے رخی سے اس سے پیش نہیں آتا تھا اور پھر وہ اسے اس طرح بغیر پوچھے تاچھے جانے کیسے دے رہا تھا۔ اس خیال کے ساتھ ساتھ اسے اس پراسرار آدمی کی وارننگ بھی یاد آ گئی۔ وہ اندر ہی اندر کانپ سا اٹھا تھا اور بغیر کچھ کہے سنے اس نے کار اسٹارٹ کر دی۔ پولیس والوں نے گاڑی کو گزرنے کا راستہ دے دیا۔

''تم لوگ یہیں ٹھہر کر اس عمارت کی چاروں طرف سے نگرانی کرو، کوئی نہ نکل پائے نہ اندر جا پائے۔ میں تمہارے اسٹیشن آفیسر سے کہے دیتا ہوں۔ اور دیکھو، جب تک تمہیں میری دوسری ہدایت نہ ملے، یہاں سے ہلنا نہیں۔''

''بہت اچھا، صاحب۔'' جمعدار بولا۔

''میں دربان کو ساتھ لیے جا رہا ہوں۔'' بالے نے پھر کہا۔ پھر اس نے دربان کو اپنے ساتھ باہر اندھیرے میں کھڑی اپنی کار کی طرف چلنے کا اشارہ کیا اور وہ سہما ہوا سا آگے ہو لیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

ہیجان

''تم نے فائرنگ کر کے ایک شاندار حماقت کا ثبوت دیا ہے۔'' خان نے پوری رپورٹ سن لینے کے بعد کہا۔

''میں اسے وہیں پکڑ لینا چاہتا تھا۔'' بالے نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

''لیکن تمہیں معلوم ہے کہ میں کسی بھی کیس کو مکمل طور پر حل کیے بغیر مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈالتا۔'' خان نے کاغذات پر سے نظریں اٹھائے بغیر جواب دیا۔

''اور جو جرائم کا سلسلہ دو چار جانیں اور لے ڈالے؟''

''جس مجرم کا طریقۂ عمل اتنا پراسرار ہو، کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اتنی آسانی سے تمہارے ہاتھ میں آجاتا؟''

''چلیے تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے غلطی کی، لیکن اس عمارت کا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''صبح میں بھی اس کی تلاشی لے چکا ہوں۔ وہاں ایسی کوئی چیز نہیں جس کا ذکر تم کر چکے ہو۔ وہ دربان فنٹر پیٹرک کا پرانا ملازم ہے اور وہ ان چیزوں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا، جو اس عمارت کے اندر تم نے خود دیکھی ہیں۔''

''تو وہ فنٹر پیٹرک؟''

''وہ پچھلے دو مہینوں سے دماغی امراض کے اسپتال میں داخل ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی غیر موجودگی میں وہ عمارت خالی ہی رہی ہوگی۔'' خان نے بتایا۔

''یعنی نائیں ناس فش۔''

''نہیں، جو واقعہ تم نے آنکھوں سے دیکھا ہے، میں اسے کوئی خواب بھی نہیں قرار

Akram Allahabadi

دے رہا، لیکن اگر تم عجلت نہ کرتے تو بہتر تھا۔ میں نے صرف تمہیں نظر رکھنے کو کہا تھا۔'' خان کا لہجہ ناصحانہ تھا۔اس لیے بالے بھی سنجیدہ رہا۔

''لیکن حیرت تو یہ ہے کہ وہ لڑکی بھی غائب ہوگئی۔اور شوکت کمبخت تو اس سلسلے میں کچھ بتاتا ہی نہیں ۔کہتا ہے میں ہونے والا مسٹر ہوں، ادب سے بات کرو۔''

بالے کے اس بیان پر خان ہنس پڑا۔

''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، لیکن ابھی تک ان واقعات کے پسِ پشت کونسا مقصد کام کر رہا ہے، یہ سمجھ میں نہیں آسکا۔؟'' خان یہ کہتے کہتے سوچ میں پڑ گیا۔

''میں نے سر لال کو بھی چیک کیا تھا، لیکن ان کی مصروفیتیں ان کی پارٹی کی سیاسی جدوجہد تک محدود ہیں البتہ وہ اور ان کے ساتھی ان پراسرار کیسز کا الزام برسرِ حکوت پارٹی پر رکھ کر اسے پبلک میں بدنام کرتے پھر رہے ہیں۔'' بالے نے بتایا۔

''ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے، لیکن اس کے حصول کے لیے دوسرے ذرائع بھی استعمال کیے جاسکتے تھے۔ بڑے بڑے سیاسی مخالفوں کے قتل کی سازش اس سے مربوط نہیں معلوم ہوتی۔'' خان نے رائے دی۔

''اور اگر ایسا ہوتا بھی تو وہ اس دلیری سے شارع عام پر اس کا الزام حکومت کرنے والوں پر نہ ڈالتے پھرتے، کیونکہ اس طرح وہ خود بھی مشتبہ ہوسکتے ہیں۔'' بالے نے بھی اپنا خیال ظاہر کیا۔

''ہُم۔ٹھیک تو سوچ رہے ہو۔ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ محض ان حالات سے فائدہ اٹھا رہے ہوں۔'' خان اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

''کاش وہ لڑکی ہاتھ سے نہ نکل گئی ہوگی۔''

''نہیں، بالے صاحب۔وہ ہاتھ میں آجاتی تو ایسے لوگوں سے کچھ اگلوالینا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔اس کا بھی نکل جانا ہی اچھا ہے۔اب کہیں نہ کہیں تو نظر آئے گی ہی۔''

Akram Allahabadi

''اور ممکن ہے وہ شوکت سے ملنے کی کوشش بھی کرے۔''

''خیر، اس کی توقع کرنا فضول ہے، کیونکہ انھیں بھی علم ہو گیا ہو گا کہ شوکت ایک بے ضرر اور بیوقوف قسم کا آدمی ہے، البتہ وہ اسے کسی نہ کسی ذریعے سے استعمال کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔''

''سر لال کی پارٹی میں وہ جو بدشکل آدمی، رستوگی، اس لڑکی کا ساتھی تھا...'' بالے نے کہنا چاہا۔

''رستوگی میری نظر میں ہے، لیکن ابھی تو وہ صاف کہہ سکتا ہے کہ وہ بھی اس لڑکی سے اس حد تک واقف تھا جس حد تک ہم لوگ ہیں۔''

''میرے لیے اب کیا حکم ہے؟''

''اس لڑکی مارتھا کو تلاش کرنے کے علاوہ شوکت کی بہت خفیہ طریقے پر نگرانی کرو۔'' خان نے ہدایت کی۔

''کیا آپ بھی اس پر یقین کرتے ہیں کہ اما کانت کی کار کا حادثہ واقعی طور پر اس پراسرار آدمی کی چھپی ہوئی طاقت کا مظاہرہ تھا؟''

''ہاں۔ اس پر مجھے یقین ہے کہ تم نے اس روشن شیشے میں جو کچھ دیکھا تھا، وہ ایک منظر نہیں، بلکہ حقیقت کا عکس ہو گا۔''

''کیا اما کانت کی کار کو ٹھیک اسی وقت یہ حادثہ سڑک پر پیش آیا تھا؟''

''اس میں بھی شک نہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ رات آسمان پر وہ منحوس سرخ ستارہ پھر دکھائی دیا تھا۔ البتہ جو کچھ ہوا ہو گا وہ چشم زدن میں ہوا ہو گا، اس لیے کوئی دیکھ نہ سکا کہ کس طرح یہ واقعہ ہو گیا۔''

''یہ سب کچھ ہمارے ساتھ بھی ہو سکتا ہے؟''

''ابھی تک تو اس کا خطرہ نہ تھا، لیکن اب ضرور ہے۔ اور وہ بھی تمہاری فائرنگ والی

حماقت کی وجہ سے۔"

"اس کے انسداد کا کوئی طریقہ؟"

"ہم اپنی کاریں استعمال نہیں کریں گے اور جہاں ضروری سمجھیں گے، میک اپ میں رہیں گے۔" خان نے بتایا۔

"آئی شامت۔"

"کیوں؟"

"میک اپ والے چوکھٹے پر کوئی لڑکی مرنا پسند نہیں کرتی۔"

"تو خود ہی ڈوب مرنا کہیں جا کر۔"

"صرف خشکے بزرگ ہی ایسی نصیحتیں کیا کرتے ہیں۔"

"بس بس، نو بکواس۔" خان نے یہ کہہ کر ٹیبل کی گھنٹی بجائی، جس کے ساتھ ہی چپراسی آ پہنچا۔

"رؤف کو بلاؤ۔" خان نے اسے حکم دیا اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔

"آپ قدرت کے اس شاہکار کو صبح صبح بلا رہے ہیں۔"

"کیوں؟"

"میں نے سنا ہے کہ سویرے سویرے گلہری کی دم دیکھنے سے دن بھر جھاڑوئیں نصیب ہوا کرتی ہیں۔"

"تمہارے نصیب ہی ایسے ہوں گے۔" خان مسکرایا۔

رؤف آ پہنچا، مگر خان کو سلامی دینے کے ساتھ ساتھ بالے کو دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔

"گلاس پر سے فنگر پرنٹس اٹھائے گئے؟" خان نے رؤف سے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

Akram Allahabadi

''تو پھر ابھی تک بھیجے کیوں نہیں مجھے؟''

''ڈیسوزا صاحب ریکارڈ سے چیک کر رہے ہیں۔''

''دماغ تو نہیں خراب ہوا ہے تم لوگوں کا؟'' خان کا لہجہ بدل گیا۔ ''بھلا وہ عادی مجرموں کے ریکارڈ میں ملے گی؟''

''صاحب، وہ کہہ رہے تھے کہ مجھے کچھ شبہ ہے۔''

خان کا لہجہ نرم پڑ گیا۔ ''خیر، ان سے کہو مجھے اس کے فوٹو پرنٹ جلدی چاہئیں۔''

''بہتر ہے۔'' رؤف لوٹنے لگا۔

''رؤف بھائی، ساتھ میں ایک پرنٹ اپنا بھی نکلوا لینا۔'' بالے سے نہ رہا گیا۔

''کیوں؟'' رؤف نے پلٹ کر اس سے پوچھا۔

''جوان مردوں کا ایک عالمی مقابلہ ہو رہا ہے، جس میں مونچھوں کو خاص اہمیت دی جائے گی۔''

''چپ رہو، بالے۔ یہ کیا بے وقت کی شہنائی ہے۔'' خان نے بالے کو ٹوک دیا اور اس لیے رؤف کوئی جواب نہ دے سکا۔

''اچھا جاؤ بخشا۔'' بالے آہستہ سے رؤف سے بولا۔

رؤف اسے چیلنج کرتی ہوئی نظروں سے گھورتا ہوا چلا گیا۔

''تم بہت بے لگام ہوتے جا رہے ہو آج کل۔''

''آپ کا ہی ارشاد ہے کہ آدمی کو ہنستے کھیلتے زندگی گزارنی چاہیے۔''

''ہر ایک چیز کا ایک وقت، ایک موقع ہوا کرتا ہے۔''

''بہتر ہے، میں نائٹ ٹیبل تیار کر لوں گا۔''

''تم جا سکتے ہو، لیکن شام سے پہلے میں تمہیں گھر پر دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''یہیں دیکھ لیجیے نا۔'' بالے نے بچوں جیسا منہ بنا کر کہا۔

Akram Allahabadi

''کمبخت۔'' پیپر ویٹ کے سمت خان کا ہاتھ اٹھ گیا، مگر بالے فوراً اٹینشن ہو چکا تھا۔

''یس، سر۔'' وہ جلدی سے بولا اور فوراً ایڑیاں بجا کر پیچھے ہٹ گیا۔ خان اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ابھی بمشکل پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''ہیلو۔'' اس نے رسیور اٹھا کر کہا۔ ''یس سر۔ گڈ مارننگ، سر۔''

دوسری طرف پولیس کمشنر بول رہا تھا۔

''کیا یہ سچ ہے کہ مسٹر رما کانت نے رات آپ کو اپنے بنگلے پر طلب کیا تھا؟'' کمشنر پوچھ رہا تھا۔

''جی ہاں۔'' خان نے جواب دیا۔

''انھوں نے آپ سے کسی خطرے کا ذکر بھی کیا ہوگا؟''

''کیا تو تھا، لیکن آپ کو کس نے اس کی خبر کر دی؟''

''میں اندازاً کہہ رہا ہوں۔ کیونکہ تمام بڑے سیاسی لیڈر اس وقت میری نظر میں ہیں۔'' کمشنر نے کہا۔

''جی، لیکن رات ان کی کار کو ایک حادثہ ہو گیا۔'' خان نے بتانا چاہا۔

''مجھے اطلاع مل چکی ہے اور میں یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے حفاظت کے لیے کوئی اقدام کیوں نہیں کیا؟'' کمشنر کا لہجہ تلخ تھا۔

''جناب، میں نے ان کے بنگلے پہر خفیہ پولیس کی نگرانی قائم کرا دی تھی اور انھیں پولیس کو اطلاع دیے بغیر باہر نکلنے کو بھی منع کر دیا تھا۔''

''تو پھر آپ کے آدمیوں نے انھیں رات کے وقت اکیلے باہر کیسے جانے دیا؟''

''جی نہیں، ان کے ساتھ خفیہ پولیس کا ایک سارجنٹ بھی تھا۔ ان کی بہن کے گھر سے فون آیا تھا کہ ان کی طبیعت خراب ہے، اس لیے وہ اسی وقت اپنی بہن کو دیکھنے چل پڑے تھے۔'' خان نے بتایا۔ ''ویسے مجھے بھی توقع نہ تھی کہ ان کی زندگی کو اس قدر جلد خطرہ لاحق

ہو جائے گا۔"

"کیا مطلب؟" کمشنر نے پوچھا۔

"میں اسے صرف وارننگ سمجھا تھا۔"

"خان صاحب، حالات بہت خراب ہو رہے ہیں۔"

"اگر آپ کو یہ غلط فہمی ہو کہ میں اپنی طرف سے کوششوں میں کوئی کمی کر رہا ہوں تو آپ ان کیسز کا چارج مجھ سے لے سکتے ہیں۔" خان کا لہجہ احتجاجی ہو گیا۔

"اوہ، میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے۔ مجھے آپ پر سب سے زیادہ بھروسہ ہے، لیکن اخباروں میں پولیس پر جو تبصرے کیے جا رہے ہیں، وہ بھی تو آپ سے چھپے نہ ہوں گے۔"

"یعنی پولیس کی خاموشی کو برسرِ اقتدار پارٹی کی سازش میں شریک سمجھا جا رہا ہے۔" خان نے کہا۔

"ہاں۔ ابھی ابھی مجھے وزارتِ داخلہ سے فون بھی آیا تھا۔ ہوم سکریٹری اس لیے گھبرائے ہوئے ہیں کہ یہ افواہیں زور پکڑتی جا رہی ہیں اور اگر جلد ہی ان واقعات کا سراغ نہ لگایا گیا تو حکومت بدنام ہو جائے گی۔" پولیس کمشنر کا لہجہ نرم پڑ گیا۔

"آپ یقین رکھیے کہ میں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کر رہا۔" خان نے اسے یقین دلایا اور کمشنر نے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

خان اسی وقت آفس سے نکل آیا۔ ڈیسوزا اپنے آفس میں موجود تھا۔ وہ خان کو خود اپنے آفس میں دیکھ کر گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"ان پرنٹس کا کیا ہوا؟" خان نے اس سے پوچھا۔

"سر، میں ریکارڈ اور فنگر پرنٹس رجسٹر چیک کر چکا ہوں۔" ڈیسوزا نے بتانا چاہا۔

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ مقامی حیثیت نہیں رکھتی۔ آپ فنگر پرنٹ کا ریڈیو فوٹو کیپٹل بھیج کر وہاں کی پولیس سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کیجیے اور ایک کاپی مجھے

Akram Allahabadi

دے دیجیے۔"

"بہتر ہے۔" ڈیسوزا نے دراز میں رکھے ایک لفافے سے ایک فنگر پرنٹ فوٹو نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ خان نے اسے جیب میں ڈال لیا۔

"اور ہاں، وہ تو محفوظ ہے؟"

"جی ہاں۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ وہ ضرور کچھ چھپا رہا ہے۔ کوئی بات ایسی ہے ضرور، جس کے لیے..." وہ کہتے کہتے سوچ میں پڑ گیا۔ "خیر، ہم اس مسئلے پر بعد میں سوچیں گے۔" خان نے یہ کہتے ہوئے اپنا ہیٹ سنبھالا اور باہر نکل گیا۔ ڈیسوزا نے اسی وقت اپنے نائب انسپکٹر سانے کو بلا کر ہدایت کر دی کہ کیپٹل پولیس سے ٹرنک کال کے ذریعے تعلق قائم کیا جائے۔

ان واقعات کو اخبارات نے جس طرح اچھالا تھا، ان سے پبلک میں اس وقت سرکاری مشنری اور برسرِ اقتدار پارٹی کے خلاف زبردست نفرت پھیل گئی تھی۔ پروپیگنڈے کی ایک آگ ہر طرف پھیل گئی تھی اور اس طوفان میں سوشل ڈیما کریٹک پارٹی تیزی سے ابھر رہی تھی۔ سر لال کی شخصیت صوبے بھر میں موضوعِ بحث بنی ہوئی تھی اور بعض خوشامدی اخبارات نے تو یہاں تک پیشین گوئی کر دی تھی کہ اگلی حکومت سر لال پارٹی کی ہوگی۔ جگہ جگہ جلسوں میں سر لال کے پارٹی کے آدمی دھواں دھار تقریریں کر رہے تھے اور حکومت چلانے، ملک کے حالات سدھارنے میں ناکامی کے الزامات کے ساتھ ساتھ برسرِ اقتدار پارٹی پر یہ بھی الزام رکھا جا رہا تھا کہ وہ اپنے مخالف چنے ہوئے عوامی لیڈروں کو طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے ختم کرا رہی ہے اور دانستہ پولیس ان واقعات سے چشم پوشی کر رہی ہے۔ اس پروپیگنڈے نے خود پولیس کی پوزیشن بہت نازک کر دی تھی۔ عوام پلیٹ فارموں سے حکومت اور پولیس کو جس طرح چیلنج کیا جا رہا تھا، اس کا کوئی معقول جواب بھی ابھی تک پولیس نہ دے سکی تھی۔ سوائے اس کے کہ تفتیش ہو رہی ہے اور حکومت کرنے والی پارٹی کے لیڈران واقعات سے اپنی بے تعلقی ظاہر

کرتے پھر رہے تھے۔جس پر کوئی یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔یہ ایسی خطرناک صورتِ حال تھی جس میں اربابِ حکومت اشتعال پھیلانے والوں کے خلاف نہ تو کوئی قانونی کاروائی کر سکتے تھے اور نہ انھیں نظر بند کر سکتے تھے، کیونکہ ایسا کرنے سے پبلک اور بھڑک اٹھتی اور انتخابات پر تو جو اثر پڑتا وہ پڑتا، ڈر تھا کہ عوام حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے بغاوت نہ کر بیٹھیں۔لے دے کر سارا بخار پولیس پر نازل ہونے لگا تھا۔ایک طرف سے حکامِ بالا پر برسرِ اقتدار پارٹی اور کابینہ کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا اور وہ پولیس پر دباؤ ڈال رہے تھے۔اور دوسری طرف عوام کا غم و غصہ پولیس اور حکومت دونوں کے خلاف بڑھ رہا تھا۔بات ایک منحوس ستارے سے شروع ہوئی تھی، لیکن بہک کر کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی۔عوام کی ذہنی رو کے بہکنے میں دیر ہی کیا لگتی ہے، لیکن شکر ہی تھا کہ مخالفوں کے پاس ابھی تک اپنے الزامات کو ثابت کر دکھانے کے لیے ثبوت نہ تھے، ورنہ اندھیر ہو گیا ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

پاگل

خان کی کار جس وقت چھیلا رام مینٹل اسپتال کے پورٹیکو میں رکی تو اتفاق سے اسے ڈاکٹر چھیلا رام برآمدے میں جاتا ہی مل گیا۔ وہ خان کو دیکھ کر خود ہی پلٹ پڑا۔

''ہیلو، آپ!''

''جی ہاں۔ میں دراصل مسٹر فٹنر پیٹرک کے بارے میں معلوم کرنے آیا تھا۔''

''مجھے افسوس ہے، جناب، ان کی ذہنی حالت میں ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا ہے۔'' ڈاکٹر نے پر اخلاق لہجے میں کہا۔

''ممکن ہے وہ اس کیفیت میں میرے کسی سوال کا جواب دے سکیں؟'' خان نے کہا۔

''شاید۔'' ڈاکٹر مسکرایا۔ ''لیکن اس وقت نہیں، اس وقت تو انھیں زبردستی مارفیا کا انجکشن دے کر سلا دیا جاتا ہے، ورنہ وہ ساری رات اودھم مچا کر سارے اسپتال کو سر پر اٹھالیں۔''

''خیر، میں دن میں کسی وقت آکر کوشش کروں گا۔'' خان نے اجازت طلب کرنے والے انداز میں کہا۔ لیکن ابھی وہ مصافحہ کرنے جا ہی رہا تھا کہ پچھلے روم کے دروازے سے ایک نرس گھبرا کر نکلی۔

''ڈاکٹر۔'' اس نے ڈاکٹر کو آواز دی۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کی نظر جیسے ہی خان پر پڑی، وہ چونک کر بڑی تیزی سے لوٹتی ہوئی دروازے میں غائب ہوگئی۔ خان اسے دیکھتا رہ گیا۔ ڈاکٹر چند سیکنڈ تک غور سے خان کے چہرے کو دیکھتا رہا، پھر خود ہی بول اٹھا۔ ''کیا آپ جانتے ہیں اسے؟''

Akram Allahabadi

''آں...؟''خان چونک پڑا۔''نہیں تو،مگر ایسا یاد پڑتا ہے کہ کہیں دیکھا ہے۔''

''کل ہی ملازم رکھی گئی ہے۔ہماری ایک پرانی نرس چھ ماہ کی رخصت پر اپنے وطن چلی گئی ہے۔''ڈاکٹر نے بتایا۔

''خیر ہوگا،چھوڑیے۔ہاں تو میں کل دن میں کسی وقت آؤں گا۔''خان نے یہ کہہ کر اس سے مصافحہ کیا اور لوٹ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔ڈاکٹر وہیں سے ہاتھ ہلاتا رہا اور خان کی کار روانہ ہوگئی۔راستے میں اس نے کار میں لگے وائرلیس سیٹ کا کمیونیکیشن سوئچ آن کر دیا اور کال کرنے لگا۔

''ایس کے کالنگ ایس بی...ایس کے کالنگ ایس بی۔''

''کم ان سر...ایس بی ہیئر اوور۔''اسے چند سیکنڈ کے وقفے سے جواب ملا۔

''اس وقت کہاں ہو؟''

''شوکت کو چیک کر کے آرہا ہوں۔اوور۔مارتھا کا کہیں پتا نہیں چل رہا۔اوور۔''

''فوراً فریئر روڈ پولیس اسٹیشن پہنچ جاؤ،میں آرہا ہوں۔اوور۔''

''اوکے سر۔اوور۔''

خان نے سیٹ کو آف کر کے کار کی رفتار تیز کر دی۔

فریئر پولیس اسٹیشن پہ بالے پہلے پہنچ چکا تھا۔وہ اس وقت انسپکٹر شاہ سے گفتگو کر رہا تھا۔خان کو دیکھتے ہی دونوں کھڑے ہو گئے۔

''میں آپ سے پہلے ہی حاضر ہوگیا۔''بالے نے اپنی مستعدی کا اظہار کیا۔

''چھیلا رام مینٹل اسپتال میں آج ایک نیا دماغی مریض داخل ہوگا۔''خان نے کہنا شروع کیا۔

''کون خوش نصیب ہے وہ؟''بالے نے منہ چباتے ہوئے پوچھا۔

''سارجنٹ بالے۔''

''اوگاڈ،میرے خاندان میں کوئی پاگل نہیں پیدا ہوا۔''

'' بکومت۔وہ تمہاری مار تھا وہاں موجود ہے۔میں اسے نرس کے لباس میں دیکھ کر آرہا ہوں۔''خان نے بتایا۔

''اور آپ صحیح سلامت آ گئے۔''بالے اسے سر سے پیر تک دیکھنے لگا۔

'' کیوں؟''خان نے اسے گھور کر پوچھا۔

''عشق کھا کر گرنے سے چوٹ وغیرہ تو لگتی ہی ہے۔''

انسپکٹر شاہ نے پابند ادب ہونے باوجود ہنسی ضبط کرنے کے لیے منہ پھیر لیا،لیکن خلاف توقع خان اس وقت گرام نہیں ہوا،وہ مسکرا دیا۔

''میں تمہاری طرح عورت زدہ نہیں ہوں۔ہاں خیر،تو وہاں فنٹر پیٹرک زیرِ علاج ہے۔''

''خدا سے ہمیشہ زیرِ علاج رکھے۔بھلا جہاں ایسے ایسے نسخے ہوں...''

''فل اسٹاپ۔''خان نے اس کی بات کاٹ دی اور وہ رک گیا۔''میں سمجھتا ہوں کہ اب فنٹر پیٹرک کی جان کو خطرہ ہے۔وہ ضرور کسی سراغ کا سبب بن سکتا ہے اور تم وہاں رہ کر اس کی نگرانی کرو گے۔''

''ایک پاگل کی حیثیت سے؟''بالے نے پوچھا۔

''قطعی۔ہر جگہ ہر وقت گھس جانے کے لیے اس سے بہتر شکل اور کیا ہو سکتی ہے؟''

''دل اپنا ہوگا یا سرکاری؟''

''دل تمہارا ہوگا،مگر جوتے سرکاری ہوں گے۔''

''بھائی شوکت کے لیے کیا فاتحہ پڑھ لیا جائے؟''

''اس کی بیوقوفیاں حد سے گزر چکی ہیں۔اس بار اسے سبق سیکھنے دو۔کمبخت منسٹری کے خواب دیکھنے لگا ہے۔''

Akram Allahabadi

''کون شوکت؟'' انسپکٹر شاہ نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں بھئی، زیادہ دولت انسان کا دماغ خراب کر دیتی ہے۔'' خان نے مسکرا کر جواب دیا۔

''لیکن وہ ہمارے لیے کارآمد بھی ہو سکتا ہے۔'' بالے نے مشورہ دیا۔

''وہ لوگ اتنے بیوقوف نہیں، شوکت کو اب صرف دور سے استعمال کیا جائے گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ وہ صرف اس کی دولت کو کام میں لائیں اور تو کسی کام کا ہے نہیں وہ۔'' خان نے کہا۔

''تو میں جاؤں؟'' بالے نے پوچھا۔

''ہاں، لیکن اس کے لیے تمہیں تھوڑی سی اداکاری یہاں بھی کرنی پڑے گی۔ تم میک اپ کے بعد اسی پولیس اسٹیشن پر آ کر اودھم مچانا۔ یہاں سے ایک مارواڑی تمہیں پکڑ کر چھیلا رامینٹل ہاسپٹل لے جائے گا، وہ تمہارا باپ ہوگا۔''

''میرا باپ سورگباش ہو چکا ہے۔''

''بکومت۔ بس سمجھ لو کہ امریکن کامکس پڑھ پڑھ کر تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ میک اپ کسی نوجوان لڑکے کا ہی کرنا۔''

''شکریہ۔'' بالے نے جلدی سے کہا۔

''کیوں؟''

''نوجوان لڑکے مار تھاؤں کے لیے باعثِ کشش ہو سکتے ہیں۔''

''وہ بہت چالاک لڑکی معلوم ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کھوپڑی کھجلاتے پھرو۔''

''بالے صاحب بولے تو بالے صاحب۔ بہت دیکھی ہیں اور بہت سی اور دیکھ لیں گے۔''

''اچھا دفع ہو جاؤ اب۔''

Akram Allahabadi

''بائی بائی، سر۔'' بالے نے ہاتھ ہلایا اور باہر نکل گیا۔

''شاہ صاحب، آپ میرے ساتھ آیے۔'' خان نے بھی ہنستے ہوئے کہا اور دونوں آگے پیچھے باہر نکل گئے۔

☆☆☆☆☆☆

شوکت اس وقت اپنے آفس میں ہی تھا اور اس کا منیجر جو پندرہ سال کی ملازمت کے باوجود آج تک اس کی زبان میں منشی جی ہی تھا، ان خطوط پر اس سے دستخط کرا رہا تھا، جو شوکت کی ہدایت کے مطابق کاروبار کے سلسلے میں ٹائپ کیے گئے تھے۔ شوکت کے سر سے لیڈی سکریٹری کا خبط اتر چکا تھا، کیونکہ اس کی ایک لیڈی سکریٹری تو ایک حادثے میں ختم ہوگئی تھی، ایک شوکت کو پسند کرتے کرتے سارجنٹ بالے پر مرمٹی تھی اور ایک جمہوریت کی قائل نکلی تھی، یعنی وہ بیک وقت شوکت اور اس کے دفتر کے عملے کے ان تمام نوجوانوں سے محبت کرتی تھی جو اسے پسند کرنے لگے تھے۔ شوکت بھلا یہ سسٹم کیسے برداشت کرتا، اس نے دوسرے مہینے ہی اسے نوٹس کی تنخواہ سمیت نکال دیا تھا۔ اور تب سے وہ لیڈی سکریٹریوں سے نفرت کرنے لگا تھا۔ مرد سکریٹری کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے کہ منشی جی اپنی سنہری عینک اور جھریوں دار چہرے سمیت پندرہ سال کی وفاداری کا سرٹیفکٹ لیے موجود تھے۔ بلکہ ایک کیس کے سلسلے میں تو وہ شوکت کے لیے جیل جاتے جاتے بچے تھے۔

''ہاں تو، کیا لکھا ہے چمن لعل گلشن چند رکو؟''

''گھسیٹا مل، حضور۔''

''اے لو، سالے چٹھیاں لکھتے لکھتے حضور کب سے بن گئے، وہ تو بھوت کمیونسٹ بنتے ہیں۔ کامریڈ لکھو، کامریڈ۔''

''حضور، وہ کامریڈ گھسیٹا مل نہیں۔ یہ چمن لعل والی فرم کے پارٹنر کا نام ہے۔'' منشی

جی نے وضاحت سے کہا۔

"ابے تو یو کہو نا منشی جی۔ وئی تو سوچ رہا ہوں کہ آنسوؤں کی بوچھاڑ والے گھسیٹا مل کا اپنے یاں کیا کام؟"

اب یہ اس کے حافظے کی ہی جرأت تھی جو آنسوؤں کی لڑی کو اس نے آنسوؤں کی بوچھاڑ بنا ڈالا تھا۔ بہرحال صرف آنسوؤں کے عنوان کی وجہ سے ہی اس نے یہ کتاب ضرور خرید کر پڑھی تھی۔ چاہے یہ اس کی نالائقی رہی ہو یا عقلمندی۔ منشی جی بیچارے ایسے موقعوں سے بہت خوفزدہ رہا کرتے تھے، جب شوکت کی ذہنی رو بہک جائے، کیونکہ ذرا سے اعتراض یا مشورے پر گرم ہو کر وہ منشی جی کی سات پیڑھیاں گن ڈالتا تھا۔ مختصر یہ کہ انھیں اثبات میں سر ہلاتے ہی بنی۔

"اچھا تو میں دستخط کیے دیتا ہوں، تم خد ہی پڑھ کے سن لینا، مجھے تو تمہاری عمر پے بھروسہ ہے۔" یہ کہہ کر شوکت نے دستخط کر دیے۔ ٹھیک اسی وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی، اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"ہالو۔" وہ منہ چباتے ہوئے بولا۔

"سرخ ستارہ۔" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"کیا؟" شوکت کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"سرخ ستارہ۔" پھر جواب ملا۔

"اے لو، ابے تم کون ہو؟ کس کو فون کر رہے ہو؟"

"سرخ ستارہ۔" پھر ایک بھاری آواز میں جواب ملا۔

"تیل لینے گیا تمہارا سرخ ستارہ۔"

"اوہ، تو تم نے غداری کی، اس کی سزا جانتے ہو؟"

"ابے تم ہو کون، سالے، سزا دینے والے؟" شوکت کو غصہ آ گیا۔

Akram Allahabadi

''میں وہی ہوں جس نے اما کانت کو ایک اشارے میں ختم کر دیا تھا۔''

''اوہ تم... یانی کہ آپ... یانی باس۔'' شوکت کی سٹی گم ہو گئی۔ ''اللہ قسم میں بالکل بھول گیا تھا کہ سرخ ستارہ کیا ہوتا ہے۔''

''خیر کوئی بات نہیں۔'' ادھر سے جواب ملا۔ ''ہاں، اس وقت تمہیں کام کرنا ہے۔''

''کون سا کام؟''

''تمہارے ذمے کوئی خاص کام نہیں کیا جا رہا ہے۔ پارٹی کو صرف تمہاری مالی امداد کی ضرورت ہے، جس کے عوض تمہیں منسٹر بنایا جائے گا۔''

''تو میں نے کب انکار کیا ہے۔''

''آج ہی، بلکہ ابھی ایک لاکھ روپے بینک سے کیش کرا کے اپنی کار کی ڈگی میں رکھ دو۔''

''اور جو کوئی نکال لے گیا تو؟''

''تم اپنی کار رائل موٹرز گیرج میں لے جاؤ گے، وہاں پر ہمارا آدمی موجود رہے گا، گاڑی اسی وقت واپس آ جائے گی۔'' ادھر سے کہا گیا۔

''کتنے بجے؟''

''میں نے کہا نا کہ جس قدر جلد ہو سکے۔''

''اچھا اچھا، میں ابھی جاتا ہوں۔'' شوکت نے وعدہ کیا۔

''ٹھیک ہے۔'' یہ کہتے ہوئے دوسری سمت سے فون کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

شوکت اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اس بات کا خیال تک نہ تھا کہ منشی جی بھی وہاں موجود ہیں اور ان کے اتنے پرانے ہو جانے کی وجہ سے وہ ان کے وجود و عدم وجود میں کوئی فرق ہی نہ سمجھتا تھا۔ منشی جی نے کچھ کہنا چاہا، مگر ہمت نہ ہوئی۔ وہ چشمے کی اوٹ سے اسے گھورتے ہی رہ گئے۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

رستوگی

خان نے اپنی کار رائل موٹر گیرج سے فاصلے پر کھڑی کر دی۔شوکت کی کار ابھی ابھی گیرج سے نکل کر گئی تھی، لیکن وہ خان کو نہیں دیکھ سکا تھا۔اس لیے کہ خان میک اپ میں تھا۔ آج اس نے مدت کے بعد میک اپ باکس کو ہاتھ لگایا تھا، اور وہ بھی ضرورت سے مجبور ہو کر۔ یہ کار ابھی اس کی اپنی نہ تھی۔اس نے ایک دوست سے مستعار لی تھی۔اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔وہ چھوٹی ٹو سیٹر ایم جی جو گیرج سے نکل رہی تھی، اسے رستوگی ڈرائیو کر رہا تھا، وہی بد شکل آدمی۔خان نے درمیان میں کافی فاصلہ دے کر اپنی کار اس کے پیچھے لگا دی۔رستوگی بڑے آرام سے اپنی کار ڈرائیو کر رہا تھا۔اسے شاید اس کا احساس نہ تھا کہ اس کا تعاقب بھی کیا جا سکتا ہے۔شہر سے نکل کر اس نے اپنی گاڑی کا رخ ساحلی سڑک کی طرف کر دیا اور گاڑی کا رخ ساحلی سڑک کی طرف کر دیا اور گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔اس سڑک پر دن کے اوقات میں کافی گاڑیاں چلتی تھیں، لیکن سڑک پر پیدل چلنے والوں سے خالی رہتی تھی۔وہ صرف فٹ پاتھ استعمال کرتے تھے۔آگے جا کر رستوگی نے اپنی کار ایک کچے ڈھلوان کی طرف موڑ دی۔یہ راستہ ماہی گیروں کی بستی کی طرف جاتا تھا۔بستی میں داخل ہونے پر چھوٹی چھوٹی گلیاں تھیں، لیکن ایم جی اس میں آسانی سے داخل ہو سکتی تھی۔خان نے اپنی کار بستی کے باہر ہی روک دی تھی۔وہ اب پیدل آ رہا تھا۔ان مکانوں کی آڑ لیتا ہوا، جس کے دروازوں کے رخ پچھلی سمت تھے۔ویسے بھی دوپہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور کڑکتی دھوپ میں باہر نکل کر بیٹھتا بھی کون؟

ایک ٹین کے سائبان والے مکان کے سامنے رستوگی کی گاڑی رک گئی اور وہ اتر پڑا۔مکان کا دروازہ اندر سے بند تھا۔اس نے اس پر جب دستک دی تو اندر سے کسی نے بھاری آواز میں پوچھا۔"کون ہے؟"

Akram Allahabadi

''آسمان۔'' رستوگی نے آہستہ سے کہا اور دروازہ کھل گیا۔اندر سے یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا، جس میں ایک پرانی سی میز کے گرد کچھ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔میز پر شراب کی تین بوتلیں اور کئی گلاس پڑے تھے اور ان کرسیوں پر کل نو آدمی موجود تھے، جو اسے دیکھ کر ادب سے کھڑے ہو گئے، لیکن نشے میں ہونے کی وجہ سے ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ان کا سردار ایک سیاہ فام گینڈا نما آدمی تھا، جو کوئی چھٹا ہوا بدمعاش معلوم ہوتا تھا۔رستوگی کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا جو اس نے میز پر ڈال دیا۔

''یہ لو ایک لاکھ۔لیکن یاد رہے کام اگر پورا نہ ہوا تو تم میں سے ایک ایک اپنی جان سے جائے گا۔'' وہ گرج کر بولا۔

''اطمینان رکھیے، باس۔کام تو ایسا ہوگا کہ آپ خود تعریف کریں گے۔یہ ایک لاکھ روپے سارے شہر میں آگ لگا سکتے ہیں۔''

''تو بس، پھر آج سے ہی شروع۔'' رستوگی نے اتنا کہا اور پلٹنے لگا، لیکن اس کے پلٹتے ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور اس سے قبل کہ وہ سنبھلے، اس کے جبڑے پر خان کا گھونسا اتنا بھرپور پڑا کہ وہ اچھل کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

''خبردار جو کسی نے بھاگنے کی کوشش کی۔'' خان کی گرجتی آواز نے انھیں ایک لمحے کے لیے سکتے میں ڈال دیا۔اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

''ابے ایک آدمی سے ڈر گئے، سالو۔ایک لاکھ روپیہ ہے۔'' ان کا سردار نشے میں جھوم کر اپنے آدمیوں کو للکارنے لگا۔اور ایک لاکھ کی لالچ نے انھیں مرنے مارنے پر آمادہ کر دیا۔

وہ اچانک خان پر ٹوٹ پڑے۔ان میں سے پہلے دو تو خان کی گولیوں سے ڈھیر ہو گئے، لیکن تب تک وہ اس کے سر پر آ چکے تھے۔خان نے ایک کی ناک پر پستول کس کر مارا اور وہ دھاڑ مار کر پیچھے گرا ہی تھا کہ دو آدمی خان کے ہاتھ پر ٹوٹ پڑے۔ریوالور تو اس کے ہاتھ

سے چھوٹ گئے، لیکن اس نے جھکاوا دے کر ان دونوں کو اس زور سے پھینکا کہ وہ سنبھل نہ سکے۔ بہرحال وہ سات اب بھی تھے۔ خان کے گھونسے چلنے لگے اور مقابلہ بھی سخت ہی تھا۔ وہ سب طاقتور، جسیم اور خونخوار قسم کے لوگ تھے اور اگر نشے میں نہ ہوتے تو شاید اور پھرتی دکھاتے۔ اسی جدوجہد میں ایک ہاتھ خالی پا کر خان نے جیب سے وسل کھینچ کر بجادی۔ وسل کی آواز پر وہ پھر سٹپٹا گئے، مگر جب ان کے لیڈر نے دوبارہ انھیں للکارا تو پھر حملہ کر بیٹھے۔ اتفاق سے خان کا ایک ریوالور اسی گینڈا نما آدمی کے ہاتھ لگ گیا۔

"بس بس، رہنے دو۔ اب ہم اسی کی گولی سے اس کا خاتمہ کردیں گے۔" وہ اپنے آدمیوں کو روکتے ہوئے بولا۔ اور ان کے ہاتھ رک گئے۔

"سیٹھی، اسے یہیں ختم کردو اور بھاگ چلو۔" اس کے آدمیوں میں سے کسی نے اسے مشورہ دیا۔ سیٹھی نے بے دھڑک خان پر فائر کردیا، لیکن خان اچھل کر دائیں بازو ہٹ گیا اور گولی دیوار میں لگی۔ سیٹھی کو دوسرا فائر کرنے کا موقعہ ہی نہ مل سکا، کیونکہ ایک ہی جست میں خان اس کے اوپر تھا۔ سیٹھی کے آدمی چاہتے ہی تھے کہ خان پر ٹوٹیں، ٹھیک اسی وقت بھاری جوتوں کی ٹھوکر سے بھڑا ہوا دروازہ کھل گیا اور انھیں ہاتھ اٹھا دینے پڑے۔ انسپکٹر ڈیسوزا تین مسلح سب انسپکٹروں کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا اور باہر پولیس موجود تھی۔

"انھیں ہیڈ کوارٹرز ہی لے چلیے۔" خان نے ڈیسوزا کو حکم دیا۔ پولیس نے ان سب کو گھیرے میں لے لیا اور باہر کھڑے ٹرک کی طرف انھیں دھکیلا جانے لگا۔ رستوگی ابھی تک بیہوش تھا، اسے اسی عالم میں ہتھکڑی لگادی گئی۔ جب وہ باہر نکلے تو ساری بستی اس گلی میں اکٹھا ہوچکی تھی اور ان بدمعاشوں کی گرفتاری پر سب ہی ہاتھ اٹھا اٹھا کر پولیس کی تعریف کر رہے تھے۔ شاید وہ سیٹھی اور اس کے گرگوں سے بری طرح تنگ تھے۔

☆☆☆☆☆☆

"مارو چھوکرو ہے، ڈاگڈر صاحب۔ اشکو بھیجو پھر گنو ہے امریکن پھوٹو پڑھ پڑھ کے۔" گجراتی اپنے نوجوان لڑکے کے بارے میں ڈاکٹر جھیلا رام کو بتانے لگا۔

"مگر میرے پاس اس وقت زیادہ مریضوں کی گنجائش نہیں ہے۔"

"کون گنجا؟" گجراتی نے کان پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"اوہو، ارے بھئی، یہاں جگہ نہیں ہے۔" ڈاکٹر زور سے چیخا۔

"مارو ایک ہی چھوکرو، ڈاگڈر صاحب۔ میں تھارو پاؤں لاگوں۔ اش کو ٹھیک کر دیو۔ شو پچاس، دوشو، پانچ ہجار، جو مانگو دوں گو۔"

"اچھا۔" ڈاکٹر نے ہتھیار ڈال دیے۔

لیکن اس عرصے میں اس کا پاگل لڑکا ڈاکٹر کا اسٹیتھسکوپ اپنے کانوں میں چڑھا چکا تھا۔

"ہیلو۔ ہم جوپیٹر سے بول رہے ہیں۔ ہماری فوج تمہاری دم میں نمدہ باندھنے آ رہی ہے۔ خبردار، جو کسی نے دم ہلائی، ورنہ وہی حشر ہوگا جو استاد پیڈ رو کا ہوا تھا۔"

"بیٹو رام بلا س۔" مارواڑی نے اپنے لڑکے کو مخاطب کیا۔

"کاہے کو بیٹھو، تم خود بلا سپور جاؤ، بڈھے۔" لڑکا بگڑ گیا۔

"ابھی پاپی کو پستول لے کے پولیس اسٹیشن ما گھش گیو تھو شب کو مارنے۔ ہاتھ پیر جوڑ کے چھڑا کے لاؤ ہوں۔"

"خیر، تم آفس میں دوسو روپے ڈپازٹ کر دو، میں دیکھوں گا اس کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

خدا جانے آج وہ منحوس ستارہ کس کے لیے نکلا تھا۔لوگ اسے دیکھنے سڑکوں پر نکل پڑے تھے۔اور سارے شہر میں ایک ہیجان سا برپا تھا۔یہ تو اب یقینی بات ہو چکی تھی کہ جس رات یہ ستارہ طلوع ہوتا ہے اسی رات کسی نہ کسی بڑے آدمی کی موت واقع ہوتی ہے،لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ آج کس کی باری ہے۔تمام سیاسی لیڈروں کے مکانوں پر احتیاطاً خفیہ پولیس کے آدمی لگا دیے گئے اور ہیڈ کوارٹرز میں پولیس ہر ایمرجنسی کے لیے تیار تھی،البتہ سپرنٹنڈنٹ خان کا پتہ نہ تھا۔اور جب خان نہ ہو تو بالے کی تلاش بے سود۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

عبادت گاہ میں خون

عبادت گاہ میں آدھی رات کو عبادت اور دعائیں ہو رہی تھیں۔ دیوتا ولیم پارکے نے اس آسمانی نحوست سے محفوظ رہنے کی دعا کے لیے خصوصی اجتماع طلب کیا تھا۔ اس لیے عبادت گاہ کے دروازے بند کر دیے گئے تھے۔ عبادت گاہ کا ہال کھچا کھچ بھرا تھا، کیونکہ آج یہ افواہ بھی گرم تھی کہ دیوتا مائیکل درشن دینے والے ہیں۔ دیوتا مائیکل اپنے معتقدین میں اپنے وقت کی ولی مانے جانے لگے تھے، حالانکہ ایک بار وہ کسی سلسلے میں بدنام بھی ہو چکے ہیں۔ عوام زود فراموش ہوتے ہیں، اس لیے وہ سب کچھ بھول کچھ بھول چکے تھے۔ دعائیہ کے بعد جس وقت دیوتا ولیم پارکیے نے اپنی مذہبی تقریر کے ساتھ خدا سے دعا کی کہ پروردگار دوسروں کے بداعمالوں کی سزا اپنے عام بندوں کو نہ دے تو یہ جانے بغیر کہ 'دوسروں' سے مراد کن لوگوں سے ہے، سب نے آمین کہی۔ پھر دھیرے دھیرے دیوتا ولیم پارکے کی تقریر میں آج کے دور کے خلاف زہر نمودار ہونے لگا۔ انھوں نے اپنے پرجوش الفاظ سے حاضرین کو اتنا گرما دیا کہ وہ حکمراں کے خلاف نعرے لگانے لگے۔ ٹھیک اسی وقت وہاں بڑا گھنٹا بجنے لگا اور ہال پر ایک بھیانک سکوت مسلط ہو گیا۔

''تمام دروازے بند کر دو۔'' دیوتا پارکے نے منتظمین سے کہا اور دروازے فوراً بند کر دیے گئے۔

''دیوتا مائیکل کا ظہور ہو رہا ہے۔'' یہ کہہ کر دیوتا ولیم پارکے ادب سے جھک گئے اور ان کی تقلید سب نے کی۔ جب ان کے سر دوبارہ بلند ہوئے تو چبوترے پر دیوتا مائیکل سرتاپا سفید لباس میں موجود تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک چمکتی ہوئی چیز تھی۔

''خوش رہو، میرے بچو! خدا تم پر مہربان ہیں۔'' انھوں نے سب کو دعا دی۔

''میرے بچو! یہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے درمیان پیدا ہوا، بڑھا اور بوڑھا ہوا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میں آپ میں ہوں اور... اور... میرے دل میں بھی اپنے وطن کی اتنی ہی محبت ہے جتنی دوسرے لوگوں کے دلوں میں۔ مجھے عوام کی یہ گری ہوئی حالت اور پریشانیاں، یہ مصیبتیں نہیں دیکھی جاتیں۔ اس لیے میں نے سیاست میں حصہ لیا تھا، لیکن بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ میں اس سیاسی مخالفت کی آڑ میں لوگوں کو وطن دشمنی پر اکسا رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ وہ غلطی پر تھے۔ اور میں آج جو اس صدی کا سب سے حیرتناک انکشاف کرنے جا رہا ہوں، وہ میری اس سچائی کا ثبوت ہوگا۔ میرے بچو! میں نے آج تک تم سے مصلحتاً جھوٹ بولا تھا کہ یہ منحوس ستارہ، یہ سرخ آسمانی بلا، کوئی آسمانی نحوست ہے۔ دوسروں کی بداعمالیوں کے سبب ہم سب پر نازل ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ... یہ سب کچھ بڑی طاقت...''

اچانک ہال میں ایک اتنی تیز چمک پیدا ہوئی جس سے سب کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور ان کے کان اس خیرگی کے عالم میں بھی ایک چیخ سن کر سنسنا گئے، جو دیوتا مائیکل کے حلق سے نکلی تھی۔ خیرگی کے دور ہوتے ہی انھوں نے دیکھا، دیوتا مائیکل کی لاش خاک سیاہ بنی چبوترے پر پڑی تھی۔ ان کے ایک ہاتھ کی مٹھی بھنچی ہوئی تھی۔ مجمع ان پر ٹوٹ پڑا اور ہزاروں کے چیخنے، رونے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ سب سے پہلے جو شخص دیوتا مائیکل کے قریب آیا وہ ایک پستہ قد بوڑھا تھا، جس کے چہرے کے نقوش خوفناک قسم کے تھے۔ اس کے بعد تقدس مآب مائیکل کو سب نے ہی گھیر لیا۔ اس پستہ قد اور تندرست جسم کے بوڑھے نے دوسروں کی نظر بچا کر سب سے پہلے دیوتا مائیکل کی بند مٹھی پر ہاتھ ڈالا۔ وہ ابھی اسے کھول کر اس میں پکڑی ہوئی کوئی چیز نکال ہی رہا تھا کہ ایک اور مضبوط ہاتھ اس کے ہاتھ پر آ کر جم گیا۔ اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ وہ اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکا اور لوگ اس کے ہاتھ میں لٹکی ہوئی اس چیز کو حیرت سے دیکھنے لگے، جس کے بیچو بیچ ایک سرخ ستارہ پیوست تھا اور اس طرح چمک رہا تھا جیسے ہیرے سے تراشا گیا ہو۔

پستہ قد بوڑھے نے اچانک اپنا ہاتھ جھٹکا اور کچھ اس انداز سے زمین پر لوٹ لگائی کہ وہ اس مضبوط ہاتھ کی گرفت سے آزاد ہوگیا۔لوگ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے اور اس عرصے میں اس نے جیب سے ایک عجیب سی نارنج نکالی۔اس کی ساخت ہی انوکھی تھی۔وہ مضبوط ہاتھ جس نے اسے گرفت میں لیا تھا،سپرنٹنڈنٹ خان کا تھا،جو ایک اوسط عمر کے شہری لباس میں سامنے موجود تھا۔جیسے ہی اس خوفناک شکل کے بوڑھے نے اپنی نارنج بلند کی،خان نے خود کو زمین پر گرادیا۔نارنج سے ایک تیز سرخ روشنی نکل کر مجمع میں سامنے کے آدمیوں پر پڑی اور صرف ان کی چیخیں سنی جاسکیں۔وہ زمین پر گر کر لوٹ رہے تھے اور لوگ بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔اس آدمی نے ایک بار گھوم کر چاروں طرف دیکھا،پھر جیب سے ایک سفوف جیسی چیز اپنی ہتھیلی پر نکال کر اسے پھونک ماردی۔وہ سفوف ہوا میں اڑتے ہی ایک بھبکے کے ساتھ اس قدر روشن ہوگیا کہ اس کی روشنی سے لوگوں کی نظریں چندھیا گئیں،مگر اس کیفیت میں بھی سپرنٹنڈنٹ خان بے تحاشا اس دروازے کی طرف دوڑ پڑا جدھر کوئی موجود نہ تھا۔یہ عقبی دروازہ تھا،مگر اس کے قریب پہنچتے پہنچتے اس کی آنکھوں کی خیرگی کم ہوگئی اور اسے وہ کھلا ہوا ہی نظر آیا۔وہ بجلی کی سی تیزی سے باہر نکلا۔اس کے کان کسی کے دوڑتے قدموں کی چاپ صاف سن رہے تھے اور وہ اسی اندازے پر بے تحاشا بھاگ رہا تھا۔ابھی وہ اس راستے کے موڑ پر پہنچا تھا کہ کسی کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز نے اس کے قدم روک دیے اور وہ چاروں طرف دیکھنے لگا۔اسے یہاں کوئی دوسری کار بھی نظر نہ آئی اور جب وہ سڑک پر پہنچا تو اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ خود اس کی اپنی کار جو وہ اپنے کسی دوست سے مستعار لے کر استعمال کر رہا تھا،غائب تھی۔اسے کافی دور جا کر ایک ٹیکسی آتی ہوئی ملی،جسے روک کر وہ سوار ہوگیا اور گاڑی پلٹا کر ڈرائیور کو آگے کی سمت تیزی سے کار لے جانے کی ہدایت کر کے وہ اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔دیوتا مائیکل کے پاس سے برآمد ہونے والی وہ چمکدار چیز جس پر سرخ ستارہ نصب تھا،اس کے پاس ہی تھی۔کافی تیز رفتار سے ٹیکسی دوڑانے پر جب وہ مین روڈ پر پہنچے تو یہاں کافی دور خان کو ایک کار

دوڑتی نظر آئی۔خان نے جیب سے ریوالور نکال لیا،مگر اسی وقت اس کی نظر اس سرخ ستارے پر پڑ گئی جو آسمان پر نظر آ رہا تھا۔ابھی بمشکل چند سیکنڈ ہی گزرے ہونگے کہ اس نے آسمان میں ایک چمک سی دیکھی اور پھر ایک باریک سی سرخ لکیر اس ستارے سے نکل کر صرف ایک ثانیے میں آگے دوڑتی ہوئی کار پر پڑی۔خان نے دیکھا کار کا رنگ سرخ ہو گیا اور پھر ایک دھماکے کے ساتھ الٹ گئی اور اس سے شعلے بلند ہونے لگے۔

''ٹیکسی روکو۔''خان چیخا۔اور ٹیکسی ڈرائیور نے اس جلتی ہوئی کار سے کچھ دور پر ہی بریک لگا کر ٹیکسی روک دی۔خان اتر کر تیزی سے جلتی ہوئی کار کی طرف بھاگا اور قریب سے اس کی نمبر پلیٹ دیکھنے پر وہ حیرت سے اچھل پڑا۔یہ تو اسی کی کار تھی۔تو کیا کوئی اور دھوکے میں مارا گیا ہے؟اس کا دماغ سوچنے لگا۔اس نے دیکھا کوئی انسانی سایہ اس کار کے دبے ہوئے دروازے سے گھسٹ کر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا۔حالانکہ اس کے لباس میں بھی آگ لگی تھی۔ خان نے اس وقت اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے پوری قوت سے کھینچ لیا۔یہ آگ تو یقیناً پٹرول کے پھٹنے سے ہی لگی تھی،لیکن اس کار میں دو پٹرول ٹینک تھے،اس لیے ڈر تھا کہ کہیں صرف ایک ہی نہ پھٹا ہو اور دوسرا اب پھٹ جائے۔اور جب اس نے اس جھلسے ہوئے آدمی پر نظر ڈالی تو وہ حیران رہ گیا۔یہ سب انسپکٹر سانے تھا جسے خان نے پہلے سے اس عبادت گاہ پر نگرانی کے لیے لگا رکھا تھا۔شاید وہ کوئی کارنامہ دکھانے کی امید میں اس پراسرار آدمی کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر وقت گنوائے بغیر خان کی کار میں ہی اس کے پیچھے دوڑ پڑا تھا۔خان کے ذہن میں تیزی سے ایک سوال آیا کہ اس کے سوئچ بورڈ کی چابی سانے کو کہاں سے ملی ہوگی،لیکن پھر وہ اس خیال سے مطمئن ہو گیا ہے کہ محکمہ خفیہ کے بعض افراد بغیر چابی کے بھی کاروں کے سوئچ آن کرنا جانتے ہیں۔اس نے سانے کو فوراً ٹیکسی میں ڈالا اور اس کا رخ سول اسپتال کی طرف کرا دیا۔اس کی نظریں البتہ اب بھی اس منحوس ستارے کی طرف لگی ہوئی تھیں،جس کی روشنی اب مدھم پڑ رہی تھی۔اس نے اس وقت اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی پر

بندھی ہوئی چابی گھمائی اوراس کا سیکنڈ والا دائرہ روشن ہوگیا۔گھڑی کواس نے منہ کے پاس لگالیا۔

''ایس کے کالنگ موکاشی..ایس کے کالنگ موکاشی..'' اپنے الفاظ دہرا کراس نے گھڑی کوکان سے لگالیا۔اس میں سے ایک سیکنڈ بعد اسے ایک مہین سی آواز سنائی دی۔

''انسپکٹرموکاشی اٹنڈنگ،سر۔''

''ابھی تک ہیلی کاپٹرنہیں بھیجا گیا کیا؟اوور۔''

''جاکرلوٹ آیا ہے۔وہ روشن ستارہ زیادہ اونچائی پر ہےاوراب ڈکوٹا بھیجا جارہا ہے۔اوور۔''

''اف،مگروہ ستارہ تو مدھم پڑرہا ہے۔اوور۔''

''ڈکوٹا روانہ ہوگیا،سر۔اس میں سرچ لائٹ بھی نصب ہے۔'' گھڑی میں سے آواز سنائی دی۔

اوکے۔انفارم می لیٹر۔'' یہ کہہ کرخان نے اس کی چابی آف کردی اورسیکنڈ والا روشن دائرہ اپنی اصل کیفیت پرآگیا۔

خان کا سر ٹیکسی کی کھڑکی سے باہر تھا اورڈرائیورحیران تھا کہ یہ صاحب ابھی کس سے باتیں کررہا تھا؟ کیا ہوا ہے؟اچانک خان کوآسمان میں روشنی کی ایک لکیرنظرآئی اوروہ غور سے دیکھنے لگا۔ساتھ ہی کسی ڈکوٹے کے انجن کی بھرّاہٹ بھی اسے سنائی دی۔لیکن ڈکوٹے کا جوانجام اسے نظرآیا، وہ اورزیادہ مایوس کن تھا۔ڈکوٹے کا بھی فضا میں وہی حشر ہوا جواس کارکا ہوا تھا۔اوراس کے جلتے ہوئے باڈی کے گرنے کے ساتھ ساتھ وہ منحوس ستارہ بھی مدھم ہوکر غائب ہوگیا۔

سب انسپکٹر سانے جل تو گیا تھا،لیکن حالت ایسی نہ تھی کہ نہ بچ سکے۔اسے اسپتال میں چھوڑ کرخان سیدھا ہیڈ کوارٹرز کی طرف روانہ ہوگیا۔اس وقت اس کی کیفیت عجیب سی

ہو رہی تھی ۔چہرہ بھرا ہوا تھا اور تو کوئی اس وقت آفس میں موجود نہ البتہ لاک اپ کے ڈیوٹی کانسٹیبل اسے اس کیفیت میں دیکھ کر سٹپٹا کر کھڑے ہو گئے ۔

''نمبر چار کا دروازہ کھولو۔''اس نے غصے میں بھرے لہجے میں کہا۔اور ایک کانسٹیبل نے فوراً دوڑ کر لاک اپ روم نمبر چار کا دروازہ کھول دیا۔خان اندر داخل ہو گیا،لیکن اندر آتے ہی وہ حیرت سے اچھل پڑا۔فرش پر رستوگی کی لاش پڑی تھی ۔اس کا بدن سیاہ ہو رہا تھا۔اس کی نظر روشندان کی طرف اٹھ گئی۔پھر وہ الٹے قدموں لوٹ آیا۔

''نمبر چار کو کب تم لوگوں نے چیک کی تھا؟''اس نے لاک اپ کے تینوں کانسٹیبلوں سے ایک ساتھ سوال کیا۔

''حضور،۱۱ بجے،پھر ایک بجے ۔''

''وہ اس وقت تک زندہ تھا؟''

خان کے سوال پر وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

''صاحب،۱۰ بجے وہ جاگ رہا تھا اور اس نے پانی بھی مانگا تھا،البتہ ایک بجے جب ہم نے باہر سے ٹارچ ڈال کر دیکھا تو وہ فرش پر سو رہا تھا۔''

''اوہ،کیا اس طرف کوئی اور آیا تھا؟''

''نہیں،صاحب۔''

خان ان سے کچھ کہے بغیر باہر نکل آیا۔پھر وہ لاک اپ کی پشت پشت پر پہنچ گیا۔اس نے آج پہلی بار یہ محسوس کیا کہ لاک اپ کی پشت سے صرف دو فٹ کے فاصلے پر جو امپوریم کے احاطے کی پتھریلی دیوار ہے،اس پر چڑھ کر آسانی سے لاک اپ کے روشندان سے اندر جھانکا جا سکتا ہے ۔اور اب سب کچھ اس کی سمجھ میں آ گیا۔جو کوئی بھی آیا تھا،وہ امپوریم کی طرف سے آیا تھا اور اس کی مزید تلاش بے سود تھی ۔اس وقت اس کی ذہنی کیفیت جنون میں تبدیل ہونے لگی،جب ایک آخری ثبوت بھی اس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ٹیکسی والا باہر اب بھی

اس کا منتظر تھا، لیکن اس دماغی خلفشار کے عالم میں اس نے ٹیکسی کو رخصت کر دیا اور خود اپنا آفس کھلوا کر اندر جا بیٹھا۔ وہ نہ جانے کب تک اپنی کرسی پر بیٹھا میز پر دونوں ہاتھ ٹیکے اور ان پر اپنا سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا، مگر حالات ابھی تک اس کے قابو میں نہ آئے تھے۔ اس کا دل اس وقت گھر جانے کو بھی نہ چاہ رہا تھا۔ اچانک اس وقت اسے مارتھا کا خیال آ گیا۔ بالے نے ابھی تک اس کی کوئی رپورٹ نہیں دی تھی۔ اور نگرانی کے عملے نے ابھی تک اسے کہیں اور بھی نہ دیکھا تھا۔ پولیس شہر میں بھی گشت کر رہی تھی، مگر کنٹرول کو سوائے اس کار والے حادثے اور ڈکوٹے کی تباہی کی رپورٹوں کے اور کوئی پیغام یا رپورٹ نہیں ملی تھی۔

نہ جانے کب تک وہ اس کیفیت میں بیٹھا رہا، اگر اسے کنٹرول کے پیغام رساں کی آواز نہ چونکا دیتی۔ وہ اس کے سامنے اٹینشن کھڑا تھا۔

سر، یہ کوڈ میسیج۔" اس نے ایک کاغذ خان کی طرف بڑھا دیا۔ خان نے کاغذ جلدی سے ہاتھ میں لیا اور دیکھنے لگا۔ ہندسوں کے ذریعے مقرر کردہ لفظ میں یہ بالے کی رپورٹ تھی جو اس نے فون پر ہندسوں کے ذریعے ہی دی تھی تاکہ کوئی سن بھی لے تو اسے پاگل پن سمجھے۔

رپورٹ میں تھا، 'رات کو ۱۱ بجے سر لال اسپتال آئے تھے۔ ڈاکٹر موجود نہ تھا، البتہ مارتھا نے ان کی رہنمائی مسٹر فنٹر پیٹرک کے کمرے تک کی تھی۔ اس کمرے کے اندر کی آوازیں سن لینا ناممکن تھا، البتہ میں نے انھیں مسز فنٹر پیٹرک سے کچھ باتیں کرتے دیکھا۔ وہ اور مارتھا دونوں فنٹر پیٹرک کے سامنے مؤدب کھڑے رہتے۔ مارتھا نے فنٹر پیٹرک کے سامنے سر لال سے کسی کاغذ پر دستخط بھی لیے تھے۔ اس وقت فنٹر پیٹرک ذرا پاگل نہیں معلوم ہوتے تھے، لیکن ان کے جانے کے بعد انھوں نے شور مچانا شروع کر دیا اور رات کے ڈاکٹر نے آ کر انھیں پہلے انجکشن دیا پھر سلا کر کمرے کی روشنی گل کرا دی۔ مارتھا سر لال کے ساتھ چلی گئی۔'

بالے کی رپورٹ وضاحت کے ساتھ خان کی سمجھ میں نہ آئی، لیکن فنٹر پیٹرک کی شخصیت اور وہ کاغذ جس پر سر لال کے دستخط لیے گئے، اس کے ذہن میں کھٹکنے لگا۔ وہ اسی وقت

اٹھ کھڑا ہوا۔لاک اپ کے ایک کانسٹیبل نے فوراً ہی اس کے لیے ایک ٹیکسی سڑک سے لا دی۔

کچھ دیر کے بعد ہی اس کی ٹیکسی سرلال کی کوٹھی کے باہر سڑک پر رک رہی تھی۔وہ ٹیکسی کو تاریکی میں ٹھہرا کر جب باہر نکلا تو ایک دیوار کی آڑ سے ایک انسانی سایہ نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔

''کیا رپورٹ ہے۔''خان نے اس سے پوچھا۔

''سرلال پونے گیارہ بجے کہیں گئے تھے اور بارہ بجے رات کو لوٹے ہیں۔''اس نے بتایا۔

''اکیلے؟''

''جی ہاں۔اکیلے ہی گئے تھے اور اکیلے ہی واپس آئے۔''

''کوئی یہاں ملنے آیا تھا؟''

''ایک آدمی آیا تھا،ایک چھوٹی سی کار میں۔کوئی بڑی عمر کا معلوم ہوتا تھا۔بوڑھا، سفید رنگ،بال سفید تھے،لیکن قد لمبا اور چہرہ بھی لمبوترا تھا۔''

''وہ کس وقت آیا تھا یہاں؟''

''سرلال کے جانے سے پہلے،لیکن تھوڑی دیر میں ہی واپس چلا گیا تھا۔''

''خیر۔اب اگر سرلال باہر نکلیں تو انھیں کہیں جانے نہ دو۔''

''بہتر ہے۔''

خان نے کار آگے بڑھا دی۔حالات اس قدر الجھے ہوئے تھے کہ وہ کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ہر قسم کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا۔اس کی نظروں میں کئی شخصیتیں تھیں،لیکن حالات کیونکہ سیاسی نوعیت رکھتے تھے،اس لیے اسے محتاط ہو کر کام کرنا پڑ رہا تھا۔ ذرا سی لغزش معاملات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی۔

☆☆☆☆☆☆

Akram Allahabadi

روشنی کے مینار پر

ساحل کے نزدیک ہی بینڈ اسٹینڈ کے اس کنارے پر ایک چھوٹی سی بستی تھی، جہاں ان دنوں باہر سے آنے والے پناہ گزین آ کر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان پناہ گزینوں کے بارے میں کیونکہ ان کی مستحق حیثیت کی تصدیق ابھی تک نہیں ہو سکی تھی، اس لیے حکومت نے کوئی دلچسپی نہ لی تھی۔ یہ شروع سے ہی خان کی نظروں میں تھے، کیونکہ ان کا ذریعہ معاش کچھ نہ تھا اور پھر بھی یہ آرام سے رہ رہے تھے۔ بینڈ اسٹینڈ کے بالمقابل چٹانوں پر روشنی کا ایک مینار تھا، جو اس علاقے میں سمندری دباؤ کے تنگ ہو جانے کی وجہ سے ناکارہ قرار دیا جا چکا تھا اور تب سے ویران پڑا ہوا تھا۔

خدا جانے کیوں اس وقت خان اس طرف جا رہا تھا۔ حالانکہ رات ڈھلی جا رہی تھی اور صبح ہونے میں صرف دو گھنٹے رہ گئے تھے۔ ٹیکسی والا شاید تھکا ہوا تھا، اس لیے اس نے ایک بار خان سے درخواست بھی کی کہ اسے چھوڑ دیا جائے، لیکن خان نے اسے خاصے انعام کا لالچ دے کر کام جاری رکھنے پر آمادہ کر لیا۔ اس نے بینڈ اسٹینڈ سے کافی دور ٹیکسی رکوا دی اور ڈرائیور کا انتظار کرنے کی ہدایت دے کر خود پیدل ہی بستی کی طرف چل دیا۔ یہاں بھیانک ویرانی چھائی ہوئی تھی اور وہاں کے جھونپڑے نما مکانات سب تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس نے جلدی سے اپنی ٹیکسی سے وہ چمک دار چیز نکالی، جس کے درمیان سرخ ستارہ نصب تھا اور کچھ سوچ کر اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ بستی میں داخل ہو کر اس سب سے اونچے دو منزلہ مکان پر پہنچا، جہاں ایک بار پہلے بھی آ چکا تھا۔ ان پناہ گزینو سے متعلق سرکاری طور پر تصدیق طلب کرنے۔ یہ دو منزلہ عمارت ان لوگوں کا ہوٹل تھا، جو افیون کی ناجائز تجارت کرتے تھے، لیکن جن کے حالات پر ترس کھاتے ہوئے ابھی تک ان کے خلاف کوئی سخت

کاروائی نہیں کی گئی تھی ۔اس ہوٹل کا مالک لی چی تھا،ایک زردرو پستہ قد بوڑھا۔

خان نے جس وقت اس کے دروازے پر دستک دی،تو پہلے تو کوئی جواب ہی نہیں ملا، جیسے سب سو رہے ہوں، لیکن تیسری بار دستک دینے پر ایک چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ دروازہ ذرا سا کھل گیا اور بڑھے لی جی نے باہر جھانکا۔خان نے وہ چمکدار چیز فوراً اس کے سامنے کر دی۔

''اندر آجاؤ۔''وہ شکستہ انگری میں بولا۔

''نہیں۔میں اس وقت نہیں ٹھہر سکتا۔یہاں کی پولیس بہت چونکی ہوئی ہے۔''

''کیا کوئی ضروری پیغام ہے؟''لی چی نے اپنی مچ مچی آنکھوں سے اسے پہچاننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔سر لال نے ابھی ابھی پولیس کو اپنی کوٹھی پر طلب کیا ہے۔''خان نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔

''خدا رحم کرے۔یہ تو بہت برا ہوا۔''لی چی سر جھٹک کر بولا۔

''ہیلی کہاں ہے؟''

''برج پر ہوگی۔میں ابھی تمہارا پیغام پہنچائے دیتا ہوں،تم جاؤ۔''

یہ کہہ کر بوڑھے لی چی نے دروازہ بند کرلیا۔خان دبے قدموں وہاں سے لوٹا اور گلی سے باہر آتے آتے ایک جھونپڑے کی آڑ میں دبک گیا۔اسے یہاں کھڑے بمشکل پانچ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ کہ اسی ہوٹل کی پچھلی کھڑکی میں اسے کچھ روشنی نظر آئی۔اس نے جھک کر دیکھا،کوئی کھڑکی میں لالٹین لیے کھڑا تھا،جیسے روشنی کے سگنل دے رہا تھا۔کھڑکی کا رخ اس بیکار لائٹ ہاؤس کی طرف تھا۔

ابھی بمشکل دو سیکنڈ گزرے ہوں گے کہ اسے اس مینار سے بھی روشنی کا سگنل ہوتا دکھائی دیا۔یہ کاروائی چند سیکنڈوں میں ختم ہوگئی اور اس کے کوئی پانچ منٹ بعد پھر ہوٹل کا دروازہ

کھلا اور اس بار لی چی ایک لبادہ اوڑھے دبی چال چلتا ہوا باہر نکلا۔ وہ بڑی پھرتی سے ساحل کی طرف جا رہا تھا۔ خان بھی جھونپڑوں کی آڑ لیتا اس کے پیچھے ہو لیا۔ ساحل پر اسے ایک پرانی سی کشتی بندھی نظر آئی۔ ایک آدمی کشتی میں سو رہا تھا۔ اس نے ماہی گیروں کا لباس پہن رکھا تھا۔ لی چی کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ لی چی کشتی میں بیٹھ گیا اور کشتی اس لائٹ ہاؤس کی طرف چل پڑی۔ خان کو معلوم تھا کہ اس طرف موجوں کا دباؤ نہیں ہے اور لائٹ ہاؤس تک ایک اچھا پیراک تیر کر جا سکتا تھا۔ اس نے کمر سے پستول کا بیلٹ باندھا اور باقی کپڑے اتار دیے۔ صرف جانگیا بدن پر رہ گیا۔ اس کے باوجود کہ ہوا اور پانی کی سطح سرد تھی اور موسم بھی سردی کا تھا، اس نے کسی چیز کی پرواہ نہ کی اور پانی میں اتر پڑا۔ مگر وہ اتنی آہستگی سے تیر رہا تھا کہ خفیف سی آواز بھی نہ ہو۔ کشتی کے چٹانوں کے قریب پہنچنے کے دو منٹ بعد وہ بھی چٹانوں تک پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا لائٹ ہاؤس کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پشت کی طرف تھا۔ وہ زمین پر بیٹھ کر چلتا ہوا اس دروازے میں داخل ہو گیا۔ سیڑھیوں پر تاریکی تھی اور اسے اندازے کے مطابق اوپر چڑھنا پڑا۔ لائٹ ہاؤس کی پہلی منزل کے کمرے میں اسے روشنی نظر آئی۔ اس کا دروازہ بھڑا ہوا تھا اور اندر یقیناً دو سے زیادہ ہستیاں موجود تھیں۔ اس نے دروازے کی دراز سے جھانک کر دیکھا۔ اسے میز پر رکھے ایک لیمپ کی لرزتی روشنی میں تین چہرے نظر آئے۔ ان میں سے دو اس کے پہچانے ہوئے تھے۔ ایک مارتھا تھی، جس کا نام اس نے ہیلی لیا تھا اور دوسرا وہ پستہ قد آدمی جو عبادت گاہ کے دیوتا مائیکل کو ختم کر کے فرار ہوا تھا۔ تیسرے کی پشت اس کی طرف تھی، اس لیے وہ اسے دیکھ نہ سکا۔ ان کے سامنے بوڑھا لی چی کھڑا ہوا تھا۔

''مجھے تو سارا کھیل بگڑتا نظر آ رہا ہے۔'' مارتھا کہہ رہی تھی۔

''وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہماری سپر فورس ان کا ستیاناش کر دے گی۔'' پستہ قد آدمی کہہ رہا تھا۔

''مگر ہمارا پلان تو ناکام ہوتا نظر آ رہا ہے۔''

''نہیں ۔ہم کامیاب ہو چکے ہیں اور ہمارا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھ چکا ہے اور اب ہماری کامیابی سو فیصدی یقینی ہو چکی ہے ۔مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے ۔''

''مگر سر لال؟'' مارتھا نے پوچھا۔

''گھبراؤ نہیں ۔میں ابھی اس کا خاتمہ کرائے دیتا ہوں ۔ہم غداروں کو کبھی معاف نہیں کرتے ،لیکن یہ اطلاع کون لایا ہے؟'' پستہ قد آدمی نے کہا۔

''سیکرٹ پارٹی کا ہی کوئی ممبر تھا ۔وہ بہت جلدی میں تھا ۔'' لی چی نے بتایا۔

''لی چی ،تم بڈھے ہو کر بھی بیوقوف ہو۔'' پستہ قد آدمی اچانک اس پر بگڑ گیا۔

''لانگ ہو، زبان قابو میں رکھو۔لی چی ایک معزز رکن ہیں ۔'' اس آدمی نے جس کی پشت دروازے کی طرف تھی ،پستہ قد آدمی کو ڈانٹا۔

''لیکن پارٹی کی ایک علامت عبادت گاہ میں اس سراغرساں افسر کے ہاتھ لگ گئی تھی ۔'' لانگ ہو نے کہا۔

''مگر وہ تو کار سمیت ختم کیا جا چکا ہے ۔''

''وہ ختم بھی ہو گیا تو کیا، وہ علامت تو ختم نہیں ہو گئی۔''

''چھوڑو بھی ،اس کار کے ملبے میں کوئی اس علامت کو اہمیت نہ دے گا۔''

''خیر۔ میں واپس شہر جا رہا ہوں ،اگر خطرہ محسوس کروں گا تو خبر کرا دوں گا ۔تم فوراً بیلون کے ذریعے اسٹار سگنل فلیش کر دینا تا کہ تمام ممبر آگاہ ہو جائیں ۔'' اس آدمی نے اس کی پشت دروازے کی طرف تھی ،کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

''بہتر ہے ،مگر سر لال؟''

''میں دیکھے لیتا ہوں ۔اگر واقعی اس نے غداری کی ہے تو اسے بھی سزا مل جائے گی ۔اور ہاں ،لاؤ وہ تمہاری زونین فورس گن مجھے دے دو، شاید ضرورت پڑ جائے ۔'' وہ لانگ ہو سے بولا ۔اور لانگ ہو نے میز کی دراز سے اپنی وہی ریوالور نما شے جو اس نے عبادت گاہ میں

استعمال کی تھی، نکال کر اسے دے دی۔ وہ آدمی جب دروازے کی طرف مڑا تو خان اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ وہ فٹر پیڑک کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن ابھی وہ دو قدم بھی نہیں چلا تھا کہ ایک فائر ہوا اور وہ لڑکھڑا گیا۔ پھر دوسرا، اور پستہ قد آدمی اٹھتے اٹھتے اپنی جگہ ڈھیر ہوگیا۔ لی چی نے اس وقت اپنی آستین سے کچھ نکالنا چاہا، مگر اپنے سامنے ایک جانگیہ پہنے ہوئے ہندوستانی کو کھڑے دیکھ کر اور اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر اس کا ہاتھ رک گیا۔

''اب اپنے ہاتھوں اپنے دونوں لنگڑے ساتھیوں کو باندھ ڈالو۔'' خان نے اس سے اور مارتھا سے کہا۔ لی چی نے مجبوراً وہ رسی اٹھائی جو شاید کسی ہنگامی ضرورت کے وقت نیچے اترنے کے لیے رکھی گئی ہوگی، لیکن بجائے اس کے کہ وہ اس سے ان کے ہاتھ باندھے، اس نے اس کا پھندا بنا کر اس زور سے اسے گھما کر خان کے ہاتھ پر مارا کہ پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ پستول کے گرتے ہی ایک فائر ہوا اور اگر خان اچھل کر دور نہ گر پڑا ہوتا تو گولی اس کے سینے کے پار ہو جاتی۔ مارتھا کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پستول تھا۔

''اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ، آفیسر۔'' وہ گرجی۔

''یہ وہی ہے، وہی عبادت گاہ والا۔ یہ شیطان کی طرح پھرتیلا ہے۔ اس سے ہوشیار رہنا۔'' لانگ ہو زمین پر پڑے پڑے چیخا۔

''میں بھی شیطان کی خالہ ہوں، دیکھتی ہوں اس کا پھرتیلا پن۔'' یہ کہہ کر اس نے خان پر لگاتار فائر کرنا شروع کر دیے اور خان کی ہی ذات تھی جو وہ بڑی پھرتی سے جھکاوے دے دے کر بچتا گیا۔ مگر خطرہ تو ہر فائر پر لگا ہوا تھا۔ اور لی چی یہ منظر دیکھ کر قہقہے لگا رہا تھا کہ انھیں اچانک دروازے میں وہ ملاح دکھائی دیا جو لی چی کو کشتی پر لایا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جو پتوار تھا اس نے وہ الٹا تھام رکھا تھا۔

''ارے بس کرو نا، جانِ من۔'' ملاح کے منہ سے انجانی سنی آواز نکلی اور ہیلی چونک پڑی۔ اس کا پستول والا ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ پتوار کے ڈنڈے سے ایک فائر ہوا اور اس کا ہاتھ

جھول گیا۔پستول اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

''تت...تم کون ہو؟''

''مجھے شیطان کا خالو کہتے ہیں۔معاف کیجیے گا، آپ کا خالو نہیں۔'' جملے کا دوسرا حصہ اس نے خان کی طرف دیکھ کر ادا کیا۔اور خان ہنس پڑا۔

''واقعی آج کچھ کام کیا ہے تم نے۔'' خان اٹھ کر اس کی پیٹھ ٹھونکنے لگا۔

''میں اس کے پیچھے اسپتال سے ہی آیا تھا اور وہ پورا اسپتال ان کا شہری ہیڈ کوارٹر ہے۔'' بالے نے بتایا۔

''مجھے پہلے ہی شبہ ہو چکا تھا۔اس لیے میں نے تمہیں وہاں بھرتی کرایا تھا۔'' خان نے کہا۔خان نے اب اپنا ریوالور اٹھا کر انھیں کور کر لیا اور بالے نے ان سب کو رسی سے باندھ دیا۔

''لیکن یہ پورا سلسلہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا؟''

''یہ لوگ ہمارے ملک میں ایسا ہی خلفشار پیدا کر کے ایک ایسا انقلاب لانا چاہتے تھے جس پر ان کی نظریاتی حکومت ہو اور جس کو وہ من مانے ڈھنگ سے چلائیں۔'' خان نے بتایا۔

''اور وہ منحوس ستارہ؟''

''ابھی یہاں کسی بیلون اور سپر فورس کا ذکر کیا گیا تھا۔میرا خیال ہے یہ چیزیں اسی کی دوسری منزل پر ہونگی۔'' خان نے کہا۔''مگر کیا تم اکیلے ہی آئے تھے؟''

''میں ڈیسوزا صاحب کو ان کے گھر پر فون کر کے آیا تھا۔میرا خیال ہے وہ لوگ بھی آتے ہی ہونگے۔'' بالے نے بتایا۔''میں نے شاہ صاحب کو بھی آپ کی طرف سے ہدایت دے دی تھی کہ وہ چھیلا رام مینٹل اسپتال کو محاصرے میں لے کر سب کو حراست میں لے لیں۔''

''بھئی خوب۔اب تم واقعی حقِ شاگردی ادا کر رہے ہو۔'' خان نے اسے دوبارہ

Akram Allahabadi

شاباشی دی۔

''سب آپ کی ہی نگرانی کا طفیل ہے۔''

انھوں نے قیدیوں کو وہیں چھوڑ دیا اور خود اوپری منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں واقعی ایک بیلون موجود تھا جس کے ساتھ ہی ایک آکسیجن ٹینک منسلک تھا اور ایک ریڈیو کنٹرول مشین۔ بیلون کے نیچے مضبوط ریشمی ڈوریوں اور تاروں کے ایک جال کے ساتھ ایک کٹاؤدار خول لٹکا ہوا تھا، جس کے اندر ہفت پہل چارجز لگا تھا۔ اس خول سے کئی چیمبر والی مشین نصب تھی، جس پر ریڈیو ایکٹینا اور ایٹمی سرکٹ لگے تھے۔ اس پر پیوست ایک پلیٹ پر 'زونین ڈسٹرائر' لکھا تھا۔

''یہی ہے وہ مشین۔ میرا خیال ہے اس کے بارے میں تحقیقی مطالعہ ہمارے سائنٹسٹ ہی کر سکیں گے۔'' خان نے کہا۔

''ابھی اسے یہیں رہنے دیا جائے؟'' بالے نے پوچھا۔

''ٹھہرو۔ پہلے اس کے سرکٹ والونکال لو، پھر یہ کام میں نہیں لایا جا سکتا۔'' یہ کہہ کر خان نے اس کے سرکٹ والونکال لیے۔

''مگر کورٹ میں کس طرح ثابت کریں گے یہ سب کچھ؟''

''اما کانت ابھی تک زندہ اور محفوظ ہے اور وہ بیان دے چکا ہے۔ اور ان کا بیان ملزمان کو سزا دلوانے کے لیے کافی ہے۔''

وہ جب قیدیوں کو لے کر نیچے آئے تو ساحل پر دوسری طرف پولیس پہنچ چکی تھی۔ پولیس کاریں اور ان کی سرچ لائٹس نظر آ رہی تھیں۔ بالے نے یہیں سے زور زور سے چلانا شروع کیا اور اس کی آواز سن لی گئی۔ فوراً ہی ایک موٹر لانچ اس کنارے سے چل پڑی۔ شاید اس کا اہتمام ڈیسوزا نے ماہی گیروں کی ایسوسی ایشن سے کیا تھا۔

وہ جب قیدیوں کے لے کر اس پار اترے تو ڈیسوزا نے بتایا کہ لی چی کے افیون خانے کے سب آدمی گرفتار کیے جا چکے ہیں اور چھیلا رام مینٹل اسپتال کے سب لوگ بھی۔ مگر سر

لال پر ابھی تک ہاتھ نہیں ڈالا گیا۔

''سر لال کے لیے میں نے نگران عملے کو ہدایت کر دی تھی۔ وہ اپنے گھر سے نہیں نکل سکتے۔'' خان نے بتایا۔

''خدا جانے بیچارے شوکت کا کیا حال ہوگا۔ یعنی نہ مارتھا ہی ملی نہ منسفری۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔

''اس اندھے کے لیے یہ سبق کافی ہے۔'' خان ہنس دیا۔ اور ان کی کامیابی واپسی کے ساتھ منحوس ستارہ اور اس کی نحوست ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکی تھی۔

☆☆☆ ختم شد ☆☆☆

Akram Allahabadi